تالیف ڈاکٹر مصطفی مراد حفظہ اللہ

مترجم حافظ عباس انجم گوندلوی حفظہ اللہ

042-37221565
0300-7452885

الله

جنّت کی شہزادیاں

تالیف ڈاکٹر مصطفیٰ مُراد

مترجم حافظ عبّاس انجم گوندلوی

ڈسٹری بیوٹرز

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور | مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

042-7321865 | 055-4235072

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب وسنت کی نشر واشاعت میں جہد مسلسل

نام کتاب

جنت کی شہزادیاں

تالیف ڈاکٹر مصطفیٰ مراد

مترجم حافظ عباس انجم گوندلوی

تاریخ اشاعت: جنوری ۲۰۱۱ء

ناشر: دار القدس اردو بازار لاہور

042-37221565, 0300-7452885

ملنے کے پتے

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

055-4235072

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

042-37321865

فہرست مضامین

۱۱ خاتونِ جنت ۱۳۰

مترجم کے تأثرات

اسلام یہ سبق دیتا ہے کہ دنیا فانی ہے۔ یہاں جو آیا ہے وہ رختِ سفر باندھ کر آخرت کا مسافر بنا ہے۔ جو باقی ہے۔ وہ روانگی کا منتظر ہے۔

انسان خواہ مرد ہو یا عورت ہو، اس کی نجات کا دارومدار اس کے نیک اعمال پر ہے۔ اور اعمالِ نیک سے دامن بھرنے کے لیے شریعت نے کبھی تو دوزخ کی ہولناکیاں یاد کروائی ہیں۔ اور کبھی ترغیب کے لیے جنت کی حسن آرائیاں پیش کی ہیں۔

موجودہ دور میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ انسان، خصوصاً خواتین آج ان خوش کن مناظر پر یقین کرنے اور حوصلہ شکن دوزخ کے تناظر میں جھانکنے کے لیے تیار نہیں۔

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ جو کتاب وسنت نے ترغیب وترہیب کا طریقہ اپنایا ہے وہ بہت ہی زیادہ چشم کشا ہے۔

محترم مصطفیٰ مراد مصری صاحب نے نہایت ہی مؤثر اور مناسب انداز پر عربی زبان میں خواتین اسلام کا تذکرہ کیا ہے۔ جس میں خطابت کی جھلک اور ندرت پن کی ڈھلک ہے۔

مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ کے مالک جناب عثمان ظفر صاحب نے راقم سے کہا: اسے اردو قالب میں ڈھال دیں۔

تو راقم آثم نے اسے اردو جامہ پہنایا ہے۔ دورانِ ترجمہ طبیعت کو بہت سکون ملا، عجیب نکات اجاگر ہوئے، اور خواتین جنت کے واقعات کو اچھوتے انداز پر دیکھ کر ایمان میں ترقی ہوئی۔

مختصر یہ کہ یہ کتاب خواتین کی اہمیت نمایاں کرنے، اور خطباء کے خطاب میں

اثر انگیز رنگ بھرنے اور عمل کو جلا بخشنے کی دعوت دیتی ہے۔

مکتبہ نعمانیہ نے یہ بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ جو اس کا ترجمہ کروایا ہے۔ تاکہ عوام فائدہ اٹھائیں۔

اسے مرد بھی پڑھیں، بیٹیوں کو پڑھائیں، بیویوں کو پڑھنے کی تلقین کریں۔ تاکہ وہ مطمئن ہو کر اس فنا کے گھر سے جانے سے پہلے بقا کے در کے لیے زاد راہ تیار کرلیں۔ اور یورپ کی حیاء سے عاری عورتوں کی نقالی چھوڑ کر ان مثالی خواتین کو نمونہ بنائیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

الراقم محمد عباس انجم گوندلوی
مدرس مرکز الاصلاح
وخطیب مسجد صدیقہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تمام تعریفات کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے۔

پاک ہے وہ اللہ، ساتوں آسمان اپنے ارکان سمیت جس کی تسبیحات گنگناتے ہیں۔

پاک ہے وہ اللہ، جس کے لیے پہاڑ اپنی صدائے بازگشت سمیت تسبیحات گنگناتے ہیں۔

پاک ہے وہ اللہ، جس کے لیے مچھلیاں اپنی بولیوں میں تسبیحات گنگناتی ہیں۔

پاک ہے وہ اللہ، آسمان میں اس کے برجوں سمیت ستارے جس کی تسبیحات گنگناتے ہیں۔

پاک ہے وہ اللہ، جس کے لیے درخت اپنی جڑوں اور پھلوں سمیت پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

پاک ہے وہ اللہ، ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ہر چیز اس کی تسبیحات گنگناتی ہیں۔

اے رب! تو سراپائے برکت ہے اور سربلند ہے۔ اے پروردگار! تو ہر عیب سے پاک ہے میں پھر کہتا ہوں تو ہر عیب سے پاک ہے۔ اے زندہ رہنے والے، اے قائم رہنے والے، اے جاننے والے! اے بردبار! تو پاک ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر تو ہی تو اکیلا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں، تو زندہ کرتا ہے، اور تو مارتا ہے، تو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ تجھے کبھی موت نہ آئے گی، ہر خیر و بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں، نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ، اور میں گواہی دیتا ہوں حضرت محمد ﷺ فداہ ابی وامی اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کی تمام مخلوق میں سے چیدہ و پسندیدہ ہیں۔ اے میرے اللہ! آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود اور سلام بھیج۔

تم جنت کی سردار ہو

امابعد:

خواتین کرام! جو ہلاکت خیزی کا شکار ہوا ہے اس کی ہلاکت وتباہی کوئی تعجب خیز نہیں، تعجب افزا تو اس کی حالت ہے جو نجات سے ہمکنار رہا۔ وہ کیسے نجات سے آشنا ہوا؟ قسم ہے رب کعبہ کی کہ جنت ایک چمکتا ہوا نور ہے، اور مہکتی ہوئی خوشبو ہے، اور مضبوط محل ہے اور نقش لباس گاہ ہے، اور بلند و بالا جنت ہے جس کے پھل قریب قریب ہیں۔

محترم خواتین! اگر تم یہ پوچھو، تمہارے قد کی درازی کتنی ہوگی۔ تو سن لیں، ساٹھ میٹر بلند ہوگا جیسا کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی درازی تھی۔

اگر تم یہ دریافت کرو کہ عمر کتنی ہوگی۔ تو تمہاری عمر تینتیس برس، تین ماہ اور تین دن ہوگی، جتنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تھی، جب انہیں آسمان کی جانب اٹھایا گیا ہے۔

اگر آپ جنت میں اپنے صبر کے متعلق پوچھتی ہیں تو وہ حضرت ایوب علیہ السلام والا ہوگا۔

اگر آپ اپنے حسن و جمال کا پوچھتی ہیں تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام والا ہوگا۔

اور اگر آپ جنت میں اپنے اخلاق کے متعلق دریافت کرتی ہیں۔ تو وہ نبی آخر زماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اخلاق کے مطابق ہوں گے۔

اگر تم اپنے شرف وفضل کے متعلق سوال کرتی ہو تو تم جنت میں حوروں سے افضل ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کسی عمل سے تھکان نہیں اٹھائی، نہ ہی انہوں نے اطاعت کیشیوں، عبادتوں کے فریضہ کی تکلیف اٹھائی ہے۔ نہ ہی معاملات سے دو چار ہوئی ہیں۔ نہ وہ کسی حکم کی پابند ہوئیں نہ ہی کسی منع کردہ کام سے انہیں واسطہ پڑا۔ جب کہ تم وہ خواتین ہو جن پر تمہارے رب کی اطاعت فرض ہوئی۔ اپنے خاوند کی فرمان برداری تم پر فرض تھی۔ اپنی اولاد کی تربیت تمہارے ذمہ تھی، اپنے گھر کی اصلاح کرنا

تمہارا فریضہ تھا۔ حوروں پر کچھ فرض نہ تھا۔

اگر تم یہ پوچھو! تمہارا کھانا جنت میں کیا ہوگا۔ پرندوں کا گوشت تمہارا دل پسند کھانا ہوگا اور لذت وچاہت سے لبریز پھل کھاؤ گی۔

اگر تم جنت میں اپنے پینے کی چیز دریافت کرو تو وہ ایسا دودھ ہوگا جس کا ذائقہ متغیر نہ ہوگا۔ اور شراب ہوگی جس سے پینے والے لطف اندوز ہوں گے۔ جس میں کوئی خرابی نہ ہوگی اور نہ ہی سر درد ہوگا۔ نہ نشہ ہوگا، نہ دماغ میں فتور ہوگا۔ اور آب زلال نوش کریں گی جس کی رنگت، لذت، خوشبو تبدیل نہ ہوگی۔

اور شہد سے شاد جام ہوں گے اگر تمہاری آرزو ہوگی کہ یہ تمام مشروبات گھول کر ایک بنا دیئے جائیں تو ایسا ہی ہو جائے گا۔

اگر یہ پوچھو کہ جنت میں فضلات کہاں جائیں گے؟ تو سن لیں جنت میں وہاں نہ پیشاب آئے گا، نہ حاجت ہوگی، نہ ہوا خارج ہوگی، نہ پسینہ آئے گا، نہ حیض آئے گا، نہ نفاس ہوگا، نہ قلق واضطراب ہوگا، نہ نیند اچاٹ ہوگی، نہ مرض ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی، نہ مشقت ہوگی، نہ اکتاہٹ ہوگی، نہ ہی تنگدلی ہوگی، نہ تھوک گرے گی، نہ لعاب ٹپکے گی، نہ خوف ہوگا، نہ غم ہوگا، نہ مصیبت ہوگی نہ عجز و واماندگی ہوگی، نہ ضعف و کمزوری ہوگی، نہ ہی سنگدلی ہوگی، نہ ہی بددلی ہوگی۔ نہ آپس میں کینہ توزی ہوگی نہ آپس میں بغض وعناد ہوگا۔ نہ ہی ایک دوسرے سے روگردانی ہوگی، نہ ہی قطع تعلقی ہوگی، نہ ہی وہاں جنگ وجدال ہوگی۔ نہ ہی فحش گوئی ہوگی، نہ ہی بے ہودہ گوئی ہوگی، نہ حسد ہوگا نہ دل میں میل ہوگی۔ نہ فخر ہوگا، نہ سرکشی ہوگی، نہ غضب ہوگا نہ تکبر ہوگا، نہ ریاء کاری ہوگی نہ غرور ہوگا، نہ بغاوت ہوگی نہ طغیانی ہوگی، نہ فساد ہوگا نہ دنگا ہوگا، نہ گندگی ہوگی، نہ نجاست ہوگی، جنت میں نہ نماز ہوگی نہ زکوۃ ہوگی، نہ روزہ ہوگا، نہ حج کی پابندی ہوگی، نہ کوئی تکلیف ہوگی، نہ جہاد ہوگا۔

تمہارے پیٹ سے کستوری کی مانند مہک آئے گی اور سب کچھ ہضم ہوگا، یہ ہے وہ جنت جس کو تمہارا مسکن قرار دیا گیا ہے۔

اگر آپ یہ پوچھتی ہیں کہ ہماری عمر عارضی ہوگی، یا جنت میں عمر دائمی ہوگی؟ تو ہم کہتے ہیں: عمر جاوداں ملے گی، وہاں آپ ہمیشہ باقی رہیں گی، آپ کو کبھی فنا نہ ہوگی، ایسی حیات پائیدار ہوگی کہ کبھی موت نہ آئے گی، جنت میں ہمیشہ رہو گی کبھی ہلاکت نہ ہوگی، جنت سے کبھی دیس نکالا نہ ہوگا۔

چند گھڑیاں صبر کریں تم لاکھوں سال والی زندگی سے ہمکنار ہونے والی ہو، چند لمحات، صبر وشکیبائی اختیار کرو، تم بہشتوں کے باغات، خیرات، وبرکات ان کے باغیچوں اور کرامات کی وارث بننے والی ہو۔ آہ! میری بہنو! دیکھو، رب ذوالجلال، اپنی جنت کو مردوں اور عورتوں کے سامنے پیش فرماتے ہیں۔ اس میں اس نے مرد و زن کی کوئی تفریق نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾ [آل عمران (۳/۱۹۵)]

''ان کے لیے ان کے رب نے یہ قبول کر رکھا ہے کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہ کروں گا۔ مرد ہو یا عورت ہو۔ بعض تمہارا بعض سے ہے۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور میری راہ میں اذیت سے دوچار کیے گئے۔ اور وہ لڑے، اور قتل کیے گئے، میں ضرور ان کی برائیاں مٹاؤں گا، اور انہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ثواب ہے اللہ کی طرف سے۔ اللہ کے پاس اچھا ثواب ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل (١٦/٩٧)]

''جو بھی نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت ہو، اس حال میں کہ وہ مومن ہو، ہم ضرور باضرور اسے اچھی زندگی میں زندہ رکھیں گے، اور ہم جو انہوں نے عمل کیا ہے اس کا بہترین بدلہ دیں گے۔''

ایک تیسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [المؤمن (٤٠:٤٠)]

''جس نے برائی کی، نہ بدلہ دیا جائے گا مگر اس کی مثل، اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ہو اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ یہ جنت میں داخل ہوں گے اس میں بغیر حساب رزق دیئے جائیں گے۔''

ایک شاعر بھی اپنی بہنوں کو جنت کی آرزو دلاتا ہے:

فَحِيِّ عَلٰى جَنَّاتِ عَدْنٍ فَاِنَّهَا مَنَازِلُنَا الْاُوْلٰى وَفِيْهَا الْمُخَيَّمُ

''میری بہنو! عدن کی بہشتوں کی طرف لپکو، یہ وہ منزلیں ہیں جن میں خوبصورت خیمے نصب ہیں۔

وَلٰكِنَّنَا سَبْيُ الْعَدُوِّ فَهَلْ تَرٰى نَعُوْدُ اِلٰى اَوْطَانِنَا وَنَسْلَمُ

لیکن ہم دشمن کے ہاں لونڈی غلام بن چکے ہیں۔ کیا تم خیال کرتی ہو کہ ہم اپنے وطنوں کی طرف لوٹیں گی اور سلامتی سے ہمکنار ہوں گی۔

وَقَدْ زَعَمُوا اَنَّ الْغَرِيْبَ اِذَا نَاٰى وَشَطَّتْ بِهٖ اَوْطَانُهٗ فَهُوَ مُغْرَمُ

لوگ کہتے ہیں جب اجنبی مسافر کہیں دور نکل جاتا ہے، تو اس کا وطن بھی دور ہوتا ہے اور اسے چٹی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔

وَاَيُّ اغْتِرَابٍ فَوْقَ غُرْبَتِنَا الَّتِيْ لَهَا اَضْحَتِ الْاَعْدَاءُ فِيْنَا تَحَكَّمُ

ہماری خانہ بدوشی سے بڑھ کر کیا غربت ہوگی؟ کہ ہمارے دشمن ہی ہمارے حکمران بن بیٹھے۔

وَحَیِّ عَلَی السُّوْقِ الَّذِیْ فِیْهِ یَلْتَقِیْ　　الْمُحِبُّوْنَ ذَاكَ السُّوْقُ لِلْقَوْمِ یُعْلَمُ

بہنو! اس بازار میں چلی آؤ، جس میں محبت کرنے والوں کی ملاقات ہوتی ہے، وہ جنت کا بازار جانے مانے لوگوں کا ہے۔

فَمَا شِئْتِ خُذِیْ مِنْهُ بِلَاثَمَنٍ لَهٗ　　فَقَدْ اَسْلَفَ التُّجَّارُ فِیْهِ وَاَسْلَمُوْا

تم جو چاہو اس سے لے لو، اور اس کی کوئی قیمت نہیں۔ تاجروں نے اس میں ادھار کی خرید وفروخت لگا رکھی ہے۔

وَحَیِّ عَلٰی یَوْمِ الْمَزِیْدِ الَّذِیْ بِهٖ　　زِیَارَةُ رَبِّ الْعَرْشِ فَالْیَوْمَ مَوْسِمُ

آؤ! اس اضافہ والے دن کی جانب جس میں عرش کے رب کی زیارت کا موسم ہوگا۔

وَحَیِّ عَلٰی وَادٍ هُنَالِكَ اَفْیَحُ　　وَتُرْبَتُهٗ مِنْ اِذْفَرِ الْمِسْكِ اَعْظَمُ

آؤ! اس وادی شاداب کی طرف جو بہت کشادہ ہے۔ جس کی مٹی سے کستوری کی مہکار اٹھتی ہے۔

مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ هُنَاكَ وَفِضَّةٌ　　وَمِنْ خَالِصِ الْقَیَانِ لَا تَتَقَصَّمُ

وہاں چاندی کے نورانی منبر ہوں گے، جو خالص اور خوبصورتی کا مرقع ہوں گے کبھی نہ ٹوٹیں گے۔

وَكُثْبَانُ مِسْكٍ قَدْ جُعِلْنَ مَقَاعِدُ　　لِمَنْ دُوْنَ اَصْحَابِ الْمَنَابِرِ یُعْلَمُ

وہاں نشستیں ہوں گی جو کستوری کے ٹیلوں سے تیار کی گئی ہیں۔ جہاں منبروں پر براجمان ہونے والوں کے علاوہ بیٹھنے والے ہوں گے۔

فَبَیْنَا هُمُوْ فِیْ عَیْشِهِمْ وَسُرُوْرِهِمْ　　اَرْزَاقُهُمْ تَجْرِیْ عَلَیْهِمْ وَتُقْسِمُ

یہ اپنی عیش ومسرت میں مصروف ہوں گے، ان کی خوراک آب رواں کی طرح چل رہی ہے، اور تقسیم ہو رہی ہے۔

اِذَاهُمْ بِنُوْرٍ سَاطِعٍ اَشْرَقَتْ لَهٗ　　بِاَقْطَارِهَا الْجَنَّاتُ لَا یُتَوَهَّمُ

کہ اچانک ایک نور بلند ہوگا، جس کی وجہ سے بہشت کے تمام گوشے جگمگا اٹھیں گے، یہ ایک حقیقت ہوگی کوئی واہمہ نہ ہوگا۔

تَجَلّٰی لَهُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ جَهْرَةً فَيَضْحَكُ فَوْقَ الْعَرْشِ ثُمَّ يُكَلِّمُ

اہل بہشت کے رو بروآ سمانوں کا رب دیدار کروائے گا، جو کہ عرش پر مسکراتا ہوگا اور پھر ان سے ہم کلام ہوگا۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَسْمَعُوْنَ جَمِيْعُهُمْ بِآذَانِهِمْ تَسْلِيْمَهٗ اِذَا يُسَلِّمُ

اے اہل جنت! تم پر سلام ہو، یہ سب جب رب تعالیٰ سلام کہیں گے تو اپنے کانوں سے سنیں گے۔

يَقُوْلُ سَلُوْنِيْ مَا تَشْتَهِيْتُمْ فَكُلُّ مَا تُرِيْدُوْنَ عِنْدِيْ اَنَا اَرْحَمُ

جو تمہاری تمنا ہے وہ مجھ سے مانگو ہر چیز میرے پاس موجود ہے۔ اور میں سب سے بڑھ کر پیکر رحمت ہوں۔

فَقَالُوْا جَمِيْعًا نَسْأَلُكَ الرِّضَا فَاَنْتَ الَّذِيْ تُوْلِيْ الْجَمِيْلَ وَتَرْحَمُ

یہ عرض کریں گے، ہم پروردگار! تیری رضا کے طلبگار ہیں ہر اچھائی تو ہی عطا کرتا ہے۔ اور تیری رحمت کا بحر بیکراں پُر جوش ہے۔

فَيُعْطِيْهِمْ هٰذَا وَيُشْهِدُ جَمِيْعَهُمْ عَلَيْهِ تَعَالَى اللّٰهُ فَاللّٰهُ أَكْرَمُ

وہ انہیں عطا کرے گا اور سب کو اس پر گواہ بنائے گا۔ اللہ بلند و بالا ہے، اور بڑا ہی سخاوت والا ہے۔

فَيَا بَائِعًا هٰذَا بِبَخْسٍ مُعَجَّلٍ كَاَنَّكَ لَا تَدْرِيْ، بَلٰى سَوْفَ تَعْلَمُ

اے اس تھوڑی سی دنیا کی پونجی کے عوض قیمتی چیز فروخت کرنے والو! تم اس بارے میں جانتے نہیں۔ کیوں نہیں عنقریب تم جان جاؤ گے۔

فَاِنْ كُنْتِ لَاتَدْرِيْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ وَاِنْ كُنْتِ تَدْرِيْ فَالْمُصِيْبَةُ اَعْظَمُ

اگر تم نہیں جانتیں۔ تو یہ ایک مصیبت ہے۔ اگر تم جانتی ہو اور اس کے حصول کے لیے کوشاں نہیں تو یہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔''

جنت کی طالبہ کا کردار کیسا ہو؟

جنت کی طلبگار کے لیے ضروری ہے کہ روزے رکھا کرے، نیم شب کا قیام کیا کرے، عبادت گزار رہے، فرمانبردار رہے، ایمان پر پختہ کار رہے، توبہ کناں ہو، شکر گزار ہو، صبر کا پیکر ہو، اپنے رب کی مطیع ہو، اپنے خاوند کی اطاعت شعار ہو، اپنے فرائض کو ادا کرے، اپنے بچوں کی تربیت کا خیال رکھے، اپنی اولاد کی معلّمہ ہو، اپنی بہنوں کی راہنما و خیر خواہ ہو، اپنی سہیلیوں کی پناہ گاہ ہو، اپنی پڑوسنوں کے حق کی نگہبان ہو، اپنے باپ سے حسن سلوک کرے، اپنی ماں سے رحمت کا رویہ اپنائے، اپنا محاسبہ نفس کرے، اپنے دل کا مراقبہ کرے، اپنے دل کو آسمان سے وابستہ رکھے، اور روح کو جنت سے پیوستہ رکھے۔

جنت کی طالبہ کو چاہیے کہ جب لوگ خوابِ شیریں کے مزے لوٹ رہے ہوں یہ اپنی رات کو بیدار ہو کر نیک بنائے اور دن کے اجالے میں جب لوگ کوتاہی کا ارتکاب کر رہے ہوں یہ اسے اپنی نیکیوں سے اور اجالا کرے۔ جب لوگ دنیا میں بے جا خوش ہو رہے ہوں، یہ فکر آخرت کے غم میں ڈوبی ہو، جب لوگ ہنسی مذاق میں مصروف ہوں، یہ آتش دوزخ کو یاد کر کے آہ و بکا کر رہی ہو، جب لوگوں نے ملی جلی آوازوں سے آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہو یہ مصائب حشر پر خاموشی سے سوچ بچار کر رہی ہو۔ لوگ جب شیخی بگھار رہے ہوں یہ خاتونِ جنت پیکر خشوع و فروتنی ہو۔ قیامت کی مشکلات پر گریہ زاری اور غمخواری کرتی رہے، بردبار، کم گو اور خاموش طبع ہو جائے۔

جور و جفا والی نہ ہو، غفلت شعار، شور شرابہ کرنے والی، چیخنے چلانے والی، لوہے کی مانند سخت طبیعت، آتش غضب کا بگھولا، اور فوراً بھڑک اٹھنے والی، فحش گو، خود پسند احسان جتانے والی، اور دلآزار نہ ہو۔

اسے اپنا دل اپنے خالق سے لگانا چاہیے، اس سے حد درجہ محبت ہو، اس شاعرہ

نے جو نقشہ کھینچا ہے یہ اس کا عکس بن جائے:

يَا سُرُوْرِيْ وَمُنْيَتِيْ وَعِمَادِيْ وَاَنِيْسِيْ وَغَايَتِيْ وَمُرَادِيْ

''اے پروردگار! میری مسرت بھی تو، میری آرزو بھی تو، میرا سہارا بھی تو، میرا انیس وساتھی بھی تو، میری غایت بھی تو، میری مراد بھی تو۔

اَنْتَ رُوْحُ الْفُؤَادِ اَنْتَ رَجَائِيْ اَنْتَ لِيْ مُؤْنِسُ وَشَوْقُكَ زَادِيْ

تو ہی میرے دل کی روح ہے۔تو ہی میری امید کا مرکز ومحور ہے۔تو ہی میرا مونس وغمخوار ہے اور تیرا شوق ہی میری زندگی کا زادِراہ ہے۔

اَنْتَ لَوْلَاكَ يَا حَيَاتِيْ وَاُنْسِيْ مَا تَشَتَّتُّ فِيْ فَسِيْحِ الْبِلَادِ

اے میری زندگی اور میرے مونس وغمخوار اگر تو نہ ہوتا، تو میں شہروں کی کشادگیوں میں ایک قدم بھی نہ چل سکتی۔

لَكَ كَمْ مِنَّةٌ وَكَمْ لَكَ فَضْلٌ مِنْ عَطَاءٍ وَنِعْمَةٍ وَاَيَادِيْ

تیرے بہت ہی احسانات ہیں، اور عطیات کی بھر مار ہے۔ کتنی زیادہ تیری نعمتیں اور برکتیں ہیں۔

حُبُّكَ الْاٰنَ بُغْيَتِيْ وَنَعِيْمِيْ وَجَلَاءٌ لِعَيْنِ قَلْبِيْ الصَّادِيْ

اب تیری محبت ہی میرا مقصد زندگی ہے۔ اور میرے لیے نعمت ہے اور یہی میرے زخمی دل کی آنکھ کے لیے جلاء اور روشنی ہے۔

اِنْ تَكُنْ رَاضِيًا عَلَيَّ فَاِنِّيْ يَا مُنَى الْقَلْبِ قَدْ بَدَا اِسْعَادِيْ

اگر تو مجھ سے رضامند ہے۔ تو اے دل کی آرزوؤں کے مرکز اسی سے میری خوش بختی ظاہر ہوتی ہے۔''

اے میرے اللہ! ہم تجھ سے جنت کی التماس کرتے ہیں، اور دوزخ سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ آمین!

از مؤلف: د۔ مصطفیٰ مراد
رکن تدریس جامعہ ازہر مصر

عورتوں کی کثرت جنت میں

جنت کے باسیوں میں عورتوں کی کثرت اس صورت میں بنتی ہے۔ جب ہم دنیا کی خواتین کو جو کہ مومن ہیں، حوروں کے ساتھ ملائیں، ویسے نہیں بنتی۔

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: تم آپس میں مذاکرہ کیا کرو، اور بڑے فخر سے یہ مباحثہ کیا کرو کہ جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں ہوں گی۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''امام الانبیاء، سید الرسل، فخر موجودات، سید السادات، ابوالقاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی نے فرمایا:

جو گروہ سب سے اوّل زینتِ جنت بنے گا، ان کے چہرے ماہِ بدر کی صورت روشن ہوں گے، اور اس کے بعد جو گروہ داخل ہوگا، ان کے چہرے افق آسماں پر چمکتے ستارے کی مانند ضیاء بار ہوں گے:

لِكُلِّ امْرِىءٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ. ①

ان میں سے ہر آدمی کو دو بیویاں ملیں گی جو ایسی خوش منظر اور پیکر نزاکت ہوں گی کہ ان کے گوشت سے ان کی پنڈلی کی مخ نظر آئے گی۔''

جنت میں کوئی بھی بے شادی نہ ہوگا۔ اگر یہ بیویاں، دنیا کی عورتوں سے ہوں گی تو دنیا میں تو عورتیں تعداد میں مردوں سے زیادہ ہیں۔ اگر یہ بیویاں حوروں میں سے ہیں تو پھر لازم نہیں آتا کہ عورتیں دنیا میں زیادہ تعداد میں ہیں۔ ظاہر بات یہی ہے کہ ان جنتیوں کو حوروں میں سے دو بیویاں ملیں گی۔

---

① تہذیب مسند احمد: ج۲ ص ۵۰۷۔

تہذیب اور مسند احمد (ج ۲ ص ۵۰۷) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اہل جنت میں سے ہر آدمی کو حوروں میں سے دو بیویاں نصیب ہوں گی۔ ان میں سے ہر ایک حور نے جوڑا زیب بدن کر رکھا ہوگا جس کے اندر سے بھی اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔"①

ثابت یہی ہوا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد حوروں کے ساتھ مل کر زیادہ ہوگی ورنہ یہ دنیا کی عورتیں تنہا، جنت میں کم ہیں۔ دوزخ میں زیادہ ہیں۔②

مؤمن خاتون کو یہ سعادت حاصل ہوگی کہ یہ جنت میں حوروں سے افضل بھی ہوگی اور جمال آراء ہوگی، یہ ان حوروں پر حکمران ہوگی۔ حوریں اس کی تابع فرمان اور خادمائیں ہوں گی۔

ایک وہ خاتون جو نیکی کے لیے جدوجہد کرتی رہی ہے۔ اور محنت سے چکنا چور ہوتی رہی ہے۔ ایک وہ خاتون جس کی پیدائش خصوصی طور پر جنت کے لیے ہی ہوئی ہو، اس نے کبھی عملی تھکاوٹ نہ اٹھائی ہو نہ عبادت کی مکلف ہو، نہ تکالیف برداشت کی ہو، نہ مصائب اٹھائے ہوں نہ آزمائش کے دور سے گزری ہو یہ اور پہلی دونوں برابر نہیں ہوسکتیں۔ محنت والی کا مقام زیادہ ہے۔

---

① جامع ترمذی، ابواب الجنة، باب ما جاء فی صفة الجنة۔

② نساء اهل النار، للمؤلف۔

جنت کی بشارت پانے والی خواتین کا تذکرہ

میری دینی بہنو!

آیئے ہم ان سراپائے ایمان خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں جنت کی بشارتوں سے نوازا گیا، تاکہ یہ آپ کے لیے، ایک لائق اتباع اور اعلیٰ مثال ہوں۔ ان خواتین کی پیروی کے ذریعہ جنہیں رسول اکرم ﷺ نے جنت کی خوشخبری سنائی ہے، اور ان کے طرز عمل کو اپنا کر اور ان کی راہ پر قدم زن ہو کر آپ بھی جنت کی مستحق قرار پائیں۔

1 خاتونِ جنت حضرت سارہ علیہا السلام

خواتین اسلام! حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں جو حضرت خلیل الرحمان ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ ہیں۔ انہیں یہ شرف وکمال حاصل ہے کہ یہ ایک رسول اور نبی کی بیوی ہیں۔ یہ ایک نبی کی ماں ہیں۔ ایک نبی کی دادی ہیں۔ ایک نبی کی دادی کی دادی ہیں۔ بیسیوں انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ جن کا نسب ان تک پہنچتا ہے۔

اور انہیں یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ یہ ایک نبی کی ماں کی پڑوسن اور سوتن ہیں۔ بعض نے تو یہاں تک مبالغہ سے کام لیا ہے کہا ہے کہ یہ خود بھی نبیہ تھیں۔ ①

لیکن مترجم کہتا ہے: یہ موقف درست نہیں۔ کیونکہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں کہ کبھی کوئی عورت نبی بن کر آئی ہو۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

① البدایہ والنہایہ: ج ۱ ص ۱۴۱۔

لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأنبياء : ٧]

''آپ سے پہلے ہم نے صرف مردوں کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی نہ تو جنوں سے آئے ہیں۔ نہ ہی عورتوں سے صرف انسانوں سے نبی آئے ہیں اور ان میں سے بھی مرد نبی بن کر آئے ہیں عورتیں نہیں۔

واہ خاتونِ جنت

یوسف بن اسحاق اپنے ابا جان سے بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! واللہ مجھے زندگی کا لطف نہ آئے گا جب تک آپ، سید ملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام سے میری امی محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مجھے یہ دریافت نہ کروا دیں گے کہ وہ کہاں ہیں گوشۂ جگر کے اس مطالبہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کہاں ہیں۔ تو انہوں نے بتایا:

هِيَ بَيْنَ مَرْيَمَ وَسَارَةَ فِي الْجَنَّةِ. ①

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جنت بریں میں اس شان سے ہیں کہ ایک طرف حضرت مریم بتول ہیں، دوسری جانب حضرت سارہ خاتون ہیں اور درمیان میں خدیجہ رضی اللہ عنہا جلوہ گر ہیں۔''

واہ! سارہ رضی اللہ عنہا تمہیں جنت کی بشارت پر مبارک ہو، صد بار مبارک ہو۔ جنت کی کشادہ ہواؤں میں سانس لے رہی ہو۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، حواء کی بیٹیوں کا نصف جمال اصلی و حقیقی رکھتی تھیں۔

آیئے اوپر جو ہم نے اختصار کیا ہے اب اس کی وضاحت کرتے چلیں۔

یہ ایک رسول اور نبی کی بیوی ہیں۔ سیدنا ابراہیم خلیل الرحمان، جو ابوالانبیاء

---

① ابن السني ومحب الطبري: ص ٤٩.

ہیں افضل مخلوقات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرے نمبر پر یہ ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ جن کی بیوی ہونے کا انہیں شرف ملا ہے۔

حضرت سارہ، حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں جو کہ نبی ہیں۔ یہ نبی کی ماں کا شرف ملا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، حضرت یعقوب علیہ السلام کی دادی ہیں۔ جو کہ نبی ہیں اس طرح انہیں نبی کی دادی ہونے کا شرف ملا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، نبی یوسف علیہ السلام کی دادی کی ماں ہیں۔ اس لحاظ سے یہ نبی کی دادی کی ماں بھی ہوئیں۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی پڑوسن اور سوتن ہیں اس طرح یہ نبی کی ماں کی پڑوسن اور سوتن قرار پاتی ہیں۔

ماں کی جانب سے بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کا نسب، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تک ہی جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عزیر، حضرت ارمیا، حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم۔ ماں کی طرف سے سب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے نسب سے جا ملتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شادی

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام شام کی جانب گئے تو اپنے چچا ہاران کی بیٹی، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ یہ حران شہر آپ کے چچا ہاران کی طرف منسوب ہے۔ ان کے نام سے مشہور ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ اوران سے گہری محبت کا اظہار کیا۔ ایک تو یہ دین پسند خاتون تھیں، دوسری وہ رشتہ دار تھیں تیسری بات یہ ہے کہ یہ حسن و جمال آرائی کا نمایاں پیکر تھیں۔

مقولہ ہے۔ حضرت حواء علیہا السلام سے لے کر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ تک، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جیسی خوبصورت عورت پیدا نہ ہوئی تھی۔

صداقت کا حیرت انگیز پیکر

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی سیرت عالیہ اور قیمتی سرمایہ حیات میں ہمیں دو مقامات ایسے ملے ہیں جو نہایت ہی اہم اور ایمان افروز ہیں۔ اور ان سے ان کی عظمت، مجسم بن کر سامنے آتی ہے:

1. ان کی ابتلاء و آزمائش۔
2. ان کی دعاء کی قبولیت اور ان کی شخصیت کا ممتاز ہونا۔

ابتلاء و آزمائش

ان کی آزمائش کا دور وہ ہے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اپنے سرتاج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جانب مصر ہجرت کی شاہراہ پر گامزن ہو کر سفر کرتی ہیں۔ اس وقت مصر کا فرمانروا، عمرو بن امرء القیس بن مایلون تھا۔ یہ ایک کافر، بے حیا، اور فاجر بادشاہ تھا۔ ایک تو یہ بادشاہ تھا اس کے ساتھ ساتھ، سرکشوں کا سربراہ بھی تھا۔ جب اسے علم ہوتا کہ اس کی حدودِ مملکت میں کوئی حسین و جمیل عورت ہے تو وہ اسے اپنے لیے منتخب کر لیتا تھا۔ اگر وہ کسی کی بیوی ہوتی تو اسے اس سے طلاق دلواتا۔ اگر وہ کسی کی بہن ہوتی تو سے چھوڑ دیتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ میں بولا، اگر جھوٹ ہوتا تو یہ تین جھوٹ ہوتے۔

انتباہ: یہ یاد رہے، یہاں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جھوٹ کی نسبت کی ہے۔ اس سے وہ جھوٹ مراد نہیں جسے خلاف واقعہ بات کرنے کو کہتے ہیں اور حقیقت کے خلاف بات ہو۔ یہ لغوی جھوٹ مراد ہے۔ یہ بھی بظاہر خلاف قع بات ہوتی ہے۔ مگر عظیم خرابی کے پیش نظر یا بڑی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے، لینے والے کے مطابق ذہن وہ بات نہیں ہوتی۔ وہ جو سمجھتا ہے وہ ظاہر بات خیال کرتا

ہے۔مگر جواب دینے والا اشارتاً دوسرا مطلب لیتا ہے۔مثلاً: یہاں غور فرمائیں:

① حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے میلہ کے لیے جانے کو کہا تو انہوں نے فرمایا: میں بیمار ہوں کیونکہ غیر اللہ کا پجاری خود بھی بیمار ہوتا ہے۔ اور پیغمبر بھی اس پر روحانی بیمار ہوتا ہے۔ یہ بات درست ہوئی جھوٹ نہ ہوا۔ مگر بظاہر چونکہ خلاف واقع ہے۔اس لیے اسے جھوٹ کہا گیا دراصل یہ جھوٹ نہیں۔

② حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ان کے بتوں کو توڑا، انہوں نے پوچھا تو جواب دیا۔ بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے یہ بھی دراصل مد مقابل دشمن کو ان کے جھوٹے عقائد کے بدلہ میں کہا تھا۔ یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر سب جانتے تھے کہ یہ نہیں مار سکتا۔ یہ بھی جھوٹ نہ ہوا۔

③ اور جو کہا تھا کہ یہ سارہ میری بہن ہیں، یہ اصل میں اسلامی بہن کہا ہے کیونکہ ان کے علاوہ وہاں کوئی بھی جوڑا مسلمان نہ تھا۔ وہ حقیقی بہن بھائی سمجھتا رہا، انہوں نے اسلامی بہن مراد لی، یہ بھی جھوٹ نہ ہوا۔

ثابت ہوا، اس حدیث میں حقیقی جھوٹ مراد نہیں۔ یہ بظاہر جھوٹ نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں جھوٹ نہیں۔ یہ سچ ہیں۔لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صداقت برحق ہے۔

اب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ ذی شان کی طرف لوٹتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: وہ تین باتیں یہ ہیں:

① جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا گیا، کہ ہمارے معبودوں کے پاس چلو تو انہوں نے کہا میں بیمار ہوں۔ (الصافات:۸۹)

② اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو مارا تو کہا ان کے بڑے نے کیا ہے۔ (انبیاء:۶۳)

③ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اس ظالم و سرکش کی سرزمین میں داخل ہوئے تو اسے بتایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام حسین ترین عورت لے کر یہاں آئے ہیں۔ بادشاہ نے ان

کی طرف پیغام بھیجا۔ بتاؤ! یہ عورت کون ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ میری بہن ہے۔ اب اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اس عورت کو بھیجو۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جب جانے لگیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا دیکھنا جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس کے خلاف نہ کہنا، میں نے اس سے کہا ہے یہ میری بہن ہے۔ کیونکہ اس سرزمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی بھی مؤمن نہیں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے وضوء کیا۔ نماز پڑھی، اور دعاء کی:

> ''اے میرے اللہ! تو جانتا ہے، میں تجھ پر ایمان لائی ہوں، اور تیرے پیغمبر پر ایمان لائی ہوں۔ میں نے اپنی عصمت فقط اپنے خاوند کے لیے حلال کی ہے اور سب سے اس کی حفاظت کی ہے۔ اس کافر کو میرے اوپر مسلط نہ ہونے دینا۔''

اب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اس کے دربار میں جاتی ہیں۔ یہ دست درازی کی نیت سے اٹھتا ہے۔ اس کا گلا گھٹنے لگتا ہے اور یہ ہاتھ پاؤں زمین پر رگڑنے لگتا ہے۔ اور کہتا ہے: اللہ سے دعاء کرو۔ میں کچھ نہ کہوں گا۔ انہوں نے دعاء کی، تو وہ اس بے قراری سے آزاد ہوا، پھر دوسری مرتبہ دست درازی کرنے لگا۔ پھر تیسری مرتبہ ہر دفعہ یہی صورت ہوئی۔

آخر کار کہنے لگا تم تو میرے پاس جنّی (پری) لے آئے ہو یہ عورت تو نہیں۔ اسے ابراہیم علیہ السلام کے پاس لوٹا دو۔ اور عوض میں اپنی بیٹی ہاجرہ دی۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ تعالیٰ نے کافر کے مکر کو ناکام کیا اور بطور خادمہ ایک بچی بھی عطا کر دی۔ ①

بہنو! غور کرو

یہ کردار، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کی صداقت پر گواہ ہے۔ اور دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے اس پروردگار کی جانب پناہ مانگی، جو تاریک رات میں ٹھوس پتھر پر سیاہ چیونٹی کی آہٹ سن لیتا ہے۔ جب یہ اس ظالم کے ایوان کی جانب جانے والی تھیں تو کتنا ہی خوبصورت کردار اپنایا۔

---

① البداية والنهاية (۱/۱٤۳) و تاريخ الطبري (۱/۱۲٦).

دو رکعت نماز پڑھی تا کہ وہ اس مصیبت کے وقت کام آئے، اور اس فاجر کی گھناؤنی اور گندی سازش سے کفایت کرے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے اللہ عزوجل پر توکل کیا تو اللہ تعالیٰ نے بے مثل کرامت کے اعزاز و احسان سے نوازا۔

یہ فاجر جب ہوس رانی کے ارادہ سے دست درازی کرتا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی مقدس عزت کی طرف نجس ہاتھ بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی ناموس کا تحفظ کرتے ہیں وہ زمین پر پھڑ پھڑانے لگتا ہے اور ہاتھ شل ہوجاتا ہے۔ تو یہ خود مطالبہ کرتا ہے کہ وہ میرے لیے دعا کریں۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا، اپنے مولا سے التجاء کرتی ہیں۔ وہ اسے قبول کرتا ہے۔ اور اس ظالم کو اصلی حالت پر لوٹا دیتا ہے۔ اب وہ دوسری دفعہ نظر بد سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کے ہاتھ کو پھر شل کر دیتے ہیں۔ یہ پھر دعا کی درخواست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعاء سے، اسے پھر اصلی حالت میں لوٹاتے ہیں۔

وہ تیسری مرتبہ پھر نظر بد ڈالتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ اور اسے بے حس و حرکت کر دیتے ہیں۔ کافر پھر مطالبہ کرتا ہے۔ وہ اپنے رب سے دعا کرتی ہیں وہ قبول کرتا ہے تو وہ کافر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ہاجرہ بطور خادمہ دیتا ہے۔

یہ ثمر تھا اس پاکدامنی اور عصمت و عفت کا اور ایمانی قوت کا جو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اختیار کی تھی، کاش! آج کی خاتون اسے مقصد حیات بنا کر سرخروئی سے ہمکنار ہو۔

دعا کی قبولیت کا واقعہ

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا دوسرا اہم اور ایمان افروز واقعہ ان کی دعا کی قبولیت کا ہے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ، جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا آئیں تو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کی طلب میں ان سے شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان کیا کہ ان سے

حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، تو اس سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے اندر سوئے خیال نے انگڑائی لی، ان کی تمنا ہوئی کہ مجھے اولاد سے نوازا جائے۔ مگر یہ اولاد کا خود سے ہونا ایک محال معاملہ تصور کرتی تھیں، کیونکہ بڑھاپے کی آخری حد کو چھو رہی تھیں، اور اس کے ساتھ ساتھ آج تک بانجھ تھیں، اور ان کے خاوند حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بڑھاپے کی آخری حد پر تھے اور آج تک بانجھ تھے۔

تاہم اللہ تعالیٰ کی قدرت بڑی پُرجلالت ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے حکم سے باہر نہیں۔ اب عطائے الٰہی کا نزول ہوتا ہے، آسمان بالا سے حکم آتا ہے اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو لڑکا دے کر ان کی عزت دوبالا کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تین بڑے فرشتوں کو بھیجتے ہیں، حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل کو یہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو، حضرت اسحاق علیہ السلام جیسے فرزند علم پسند کی بشارت دیں۔ اور آگے ان سے پیدا ہونے والے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی خوشخبری سنائیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ○ فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ○ وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ [هود: ٦٩-٧٣]

''البتہ تحقیق ہمارے ایلچی ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے۔ تو انہوں نے سلام کہا، پس نہ ٹھہرے یہ کہ وہ بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ جب اس نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں پہنچتے۔ تو انہیں ناآشنا سا جانا، اور ان سے ڈر محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: نہ ڈر، بے شک ہم قوم لوط کی جانب بھیجے

گئے ہیں۔ ابراہیم کی بیوی کھڑی تھیں وہ ہنس پڑی پس ہم نے انہیں اسحاق کی خوشخبری دی اوراس کے بعد، یعقوب کی خوشخبری دی۔ کہنے لگی! ہائے افسوس! میں بچہ جنوں گی جبکہ میں بوڑھی (بانجھ) ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بہت بوڑھا ہے بے شک یہ عجیب چیز ہے۔ انہوں نے کہا: کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے۔ اے گھر والی! تجھ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو، بے شک وہ تعریف کیا گیا، بزرگی والا ہے۔''

اللہ عزیز وحکیم کی قدرت ہے۔ اس کے حکم کے نفاذ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔ وہ جو چاہے حکم کرے، اور جو حکم کردے، اس کا کوئی پیچھا نہیں کرنے والا، نہ ہی کوئی اس کی حکمت کی گہرائی میں اتر سکا ہے۔

میرے اللہ! تو پاک ہے۔ میرے اللہ! تو پاک ہے۔ کوئی چیز تجھ پر غالب نہیں آسکتی، تو سب پر غالب ہے۔

آہ! اے انبیاء علیہم السلام کی ماں! تجھ پر سلام! سلام تجھ پر، اے انبیاء علیہم السلام کے باپ! سلام حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام، سلام تم پر اے پیغمبرو علیہم السلام!

فرعون کی بیوی خاتونِ جنت بن گئی

ان کا نام گرامی آسیہ بنت مزاحم علیہا السلام ہے۔

① یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیے، اعلیٰ مثال ہے۔ اور جنت کی بہترین خواتین میں شمار ہوتی ہے۔

② یہ ہر مؤمن عورت کے لیے مثالی عورت ہے۔ اس کا ذکر قیامت تک رہے گا کبھی نہ مٹے گا۔

③ اس نے کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ اور شرک و بت پرستی کے محلات کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔

④ اس نے بنی اسرائیل کی مریم بتول جو کہ سیدہ علیہا السلام ہے، کا ساتھ حاصل کر لیا۔

⑤ اس کا ایمان نہایت ہی گہرا، اس کا نیکی سے رابطہ نہایت ہی پختہ، اس کا فہم و ذکاء نہایت ہی شستہ، اس کی گفتگو رقت انگیز، اس کی بولی دلآویز اور اس کی طلب و جستجو رفاقت خیز تھی۔

اسلامی خراج تحسین

① رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ بنت مزاحم جو کہ فرعون کی بیوی ہے۔ جنت کی عورتوں میں سے یہ خواتین سب سے افضل ہیں۔''①

---

① صحیح الجامع الصغیر رقم (۱۱۳۵) سلسلہ صحیحہ رقم (۱۵۰۸) یہ صحیح حدیث ہے۔

قرآن پاک میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر

مجھ سے بہتر میرا ذکر ہے کہ ان کی محفل میں ہے

قرآن پاک نے حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا کا ذکر دو مقامات پر کیا ہے:

❶ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے حاصل کیا تھا۔

❷ جب حضرت آسیہ ماشطہ کے ہاتھوں ایمان لائیں۔

❶ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آل فرعون نے دریا سے نکالا تو اگرچہ اب یہ ایک کمینے، گناہ آلود، اور خبیث ہاتھ میں تھے۔

لیکن قدرتِ الٰہی نے اسے ایک کھلا چیلنج دے دیا تھا۔ یہ فرعون، اس کے وزیر ہامان اور ان کے لاؤ لشکر کے لیے ایک اعلان عام تھا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے معصوم نونہالوں کا پیچھا کرتے ہو یہ اس لیے کرتے ہو کہ تمہیں یہ خوف ہے کہ ان میں سے کوئی نومولود تمہارے ملک، تمہارے تاج وتخت، تمہاری شخصیات کو زوال پذیر نہ کر دے۔ اور تم یہ مہم سر کرنے کے لیے جاسوس بھیجتے ہو اور گھات لگاتے ہو کہ بنی اسرائیل میں کہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔

مگر تدبیر کند بندہ، تقدیر زند خندہ، کہ بندہ تدبیریں بنتا رہتا ہے۔ تقدیر اس کے تمام انتظامات ایک ہنسی میں اڑا کر رکھ دیتی ہے۔

قدرت یہ کہہ رہی تھی:

اے وہ فرمانروائے سرکش اور مغرور! تجھے اپنی فوجوں کی بھرمار پر اور اپنی قوت وغلبہ پر اعتماد ہے۔ تجھے یہ گھمنڈ ہے کہ میری سلطنت بہت وسیع وعریض ہے۔

اس عظیم و برتر رب نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اور یہ وہ فیصلہ کرنے والا نہیں بچ سکتا۔ جس پر مقابلہ کرنے والا کبھی غالب نہیں آ سکتا، جس سے کوئی دفاع والا نہیں۔ اور نہ ہی اس کی تقدیروں کے فیصلوں کی کسی سے مخالفت ممکن ہے۔

یہی معصوم بچہ آج جس سے تو احتراز کر رہا ہے۔ یہی تمہاری بے شمار جانوں کی

تباہی کا باعث ہوگا۔

اور پھر ہماری شان کریمی دیکھو! یہ بچہ اے ظالم وسفاک! تیرے ہی گھر میں پرورش پائے گا۔ اور تیرے بستر پر پروان چڑھے گا۔ تیرے ہی گھر میں اس کا کھانا پینا ہو گا، تو ہی اسے منہ بولا بیٹا قرار دے گا۔ اور اس کی تربیت کرے گا، اور تو ہی اس کی نشوونما کرے گا۔

تو اس راز سے بے خبر ہے، اسی دنیا میں یہ تیری ہلاکت ہے۔ اور اسی کے ہاتھوں تیری عاقبت برباد ہوگی۔

کیونکہ یہ ظاہر حق لے کر آئے گا اور تو اس کی مخالفت کرے گا۔ اور اس کی طرف آنے والی وحی کا تو منکر ہوگا۔

یہ اس لیے ہوگا کہ تو جان سکے اور ساری مخلوق کو بھی پتہ چل جائے کہ آسمانوں اور زمینوں کا رب جو چاہے وہ کرتا ہے، وہ سخت طاقتور ہے، سخت قوت والا ہے، اس کی مشیت، وقوت ایسی ہے جس کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔ [1]

آہ! یہ ہے دست قدرت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہاتھوں میں لا ڈالتا ہے۔ نہ اس نے انہیں ڈھونڈا۔ نہ ہی محنت ومشقت برداشت کی۔ ایک معصوم لڑکا ہے، اور یہ کون سا بچہ ہے؟ یہ وہ بچہ ہے جس کے ہاتھوں ان سب کی ہلاکت ہے۔ اور قدرت برملا کہہ رہی ہے اور اپنے مقاصد کا کھلا اظہار کر رہی ہے۔

﴿لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا﴾

''یہ ان کے لیے دشمن ہوگا اور غم ہوگا۔''

کیسا چیلنج ہے کہ یہ ان فرعونیوں کا دشمن ہے اور ان کے دلوں کا روگ ہوگا۔

اسی لیے کہا: ''فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔''

یہ معصوم طفل بے خبر ان کے ہاتھوں میں ہے۔ ہر قوت سے خالی ہے اور کسی قسم کی حیلہ سازی سے عاری ہے۔ یکایک فرعون کی بیگم کہتی ہے:

---

[1] البدایہ والنہایہ

﴿ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَ لَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۹]

''اسے قتل نہ کرو، شاید یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے، اور ہوسکتا ہے یہ ہمیں نفع دے، یا ہم اسے اولاد بنالیں، یہ انجام سے لاعلم یہ کہتے جارہے تھے۔''

یہی دست قدرت، فرعون پر قبضہ کرتا ہے جو کہ فرعون کی بیوی کے دل پر پہلے دسترس حاصل کرتا ہے۔ اس رحمدل خاتون کے دل میں اس معصوم کے لیے محبت پیدا کی اس نے اسے فرعون کے محفوظ قلعہ میں پہنچادیا۔

یہ نہ تو اسلحہ کے زور پر ہوا تھا، نہ ہی جاہ ومنصب سے ہوا تھا۔ نہ ہی مال کے ذریعہ ہوا تھا۔ اصل میں یہ مشکل منزل، ایک عورت کے محبت وشفقت بھرے دل نے آسان کی، یہی وہ باریک اور شفاف پردہ ہے جس میں حقیقت مخفی ہے۔

اسی قلبی محبت نے فرعون کی سنگدلی، غلاظت طبعی حکومت کی فکرمندی اور بے حد احتیاطی کیفیت کو چیلنج کیا اور اس ضعیف وناتواں طفل ناآشنائے حالات کو آسانی سے اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔

واہ! یہ کتنی بڑی قدرتِ کاملہ ہے جس نے فرعونیوں کو للکارا ہے۔ اور حضرت آسیہ کی زبانی پکارا ہے۔ اور فرعون کو اس نے مارا ہے۔ [1]

ماشطہ کے ہاتھوں آسیہ کا مسلمان ہونا

❷ دوسرا مقام جس کا ذکر قرآنِ پاک نے کیا ہے۔ اور حضرت آسیہ کے کردار کو یادگار بنایا ہے وہ ہے کہ ان کا ماشطہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا ہے۔

صالح اور مؤمن خواتین کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے متحرک رہتی ہیں اور ہر طور اور ہر انداز پر یہ دعوت اسلامیہ کی خدمت میں مگن

[1] فی ظلال القرآن: ج ۵ ص ۲۷۹.

رہتی ہیں۔ اور تمام وسائل بروئے کار لا کر اس کی اشاعت میں کوشاں رہتی ہیں۔ اور ایک لحظہ اور ایک لمحہ بھی یہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے سے بے خبر نہیں ہوتیں۔

اب ہم ایک چاک و چوبند اور ہر آن مقدور بھر نیکی کی راہ پر کمر بستہ، مؤمنہ کا تذکرہ کرنے والے ہیں جو کفر کے سرغنہ فرعون کی اہلیہ کی ہدایت کا باعث ہوئی۔

اس ماشطہ پر جو کہ دین کی بہترین داعیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

آسیہ کے ایمان کا بصیرت افروز واقعہ

ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ فرعون کی اہلیہ کے ایمان کا سبب فرعون کے خزانچی کی بیوی کا ایمان بنا تھا۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

یہ خازن کی بیوی، فرعون کی بیوی کے پاس بیٹھی ہوئی ہے اور فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی ہے۔ اس کے ہاتھ سے کنگھی گر جاتی ہے۔ تو کہتی ہے: وہ برباد ہو جس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔

فرعون کی بیٹی اس سے کہتی ہے:

''میرے باپ کے علاوہ بھی تمہارا کوئی اور رب ہے۔''

ماشطہ نے کہا:

''ہاں میرا، تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔''

یہ سن کر فرعون کی بیٹی، ماشطہ کو تھپڑ رسید کرتی ہے۔ اور مارنا پیٹنا شروع کر دیتی ہے اور اپنے باپ کو بتاتی ہے۔

فرعون ماشطہ کو پیغام بھیجتا ہے۔ وہ آتی ہے تو کہتا ہے:

''میرے سوا کسی اور رب کی پرستش کرتی ہو؟''

ماشطہ: ''ہاں! میں اس رب کو پوجتی ہوں، جو میرا، تمہارا اور ہر چیز کا رب ہے۔''

اب فرعون جو روجفا پر اتر آتا ہے۔ اسے سخت سزائیں دیتا ہے۔ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں گاڑ دیتا ہے۔ اس پر سانپ چھوڑتا ہے۔

اور اسے اس سنگینی قلب کا تختِ مشق روزانہ بناتا ہے۔ ایک دن ماشطہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تم باز آؤ گی یا کہ نہیں؟

وہ دہراتی ہے۔ میرا، تمہارا اور ہر چیز کا رب اللہ ہے۔

فرعون کہتا ہے: ''ماشطہ! میں تیرے سامنے تیرے جگر گوشے کو ذبح کر دوں گا۔ اگر تو باز نہ آئی۔''

ماشطہ فرعون سے: ''جو چاہے کر لے۔ میں باز نہیں آنے والی۔'' یہ اس کے روبرو اس کے بیٹے کو ذبح کر دیتا ہے۔ وہ یہی پکارتی جا رہی ہے۔ ''میرا، تمہارا، ہر چیز کا رب اللہ ہے۔ یہ اس کے دوسرے بیٹے کو بھی اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیتا ہے۔ وہ یہی پکارتی جا رہی ہے، روح پرواز ہوتے وقت۔'' ماں سے کہتا ہے: ''اے میری امی جان! خوش ہو جاؤ۔ تمہیں تمہاری اس ثابت قدمی پر بہت زیادہ ثواب حاصل ہوگا۔'' یہ سن کر یہ صبر مجسم بن جاتی ہے۔

پھر ایک دن فرعون آتا ہے۔ اور پہلی بات ہی دہراتا ہے۔ یہ پیکر عزم و ہمت وہی جواب لوٹاتی ہے۔

ادھر جب فرعون نے ماشطہ کے بچوں کو ذبح کیا تھا اور ان کی روح نے ماں کو صبر کی تلقین کی اور ثواب کا سندیسہ سنایا تو یہ بات فرعون کی بیگم نے سن لی اور یہ کوئی مشکل نہیں ایسا ممکن ہے۔ آدمی کبھی غیر محسوس آدمی کو سنتا ہے کہ وہ اسے کچھ کہہ رہا ہے مگر کہنے والا نظر نہیں آتا۔ اور کبھی دل کے اندرونی احساسات ہی صدا بن جاتے ہیں۔ یہ سن کر فرعون کی بیوی ایمان لے آتی ہے اور فرعون کے خازن کی بیوی کی روح اب قصر عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ اور اعلیٰ بہشت بریں میں اللہ تعالیٰ نے جو اسے ثواب اور مرتبہ عطاء کیا تھا۔ اور جو عزت و اکرام اس کے دامن میں آئی تھی۔ فرعون کی بیوی کے سامنے سے پردہ اٹھ گیا اس نے وہ مشاہدہ کر لیا، جس سے فرعون کی بیوی کے ایمان و یقین اور تصدیق میں اور اضافہ ہو گیا۔ ①

---

① تفسیر ابن کثیر: ج ٤ ص ٣٩٤

یہ ایک حقیقت ہے کہ فرعون کی بیوی نے اب سن بھی لیا تھا۔ دیکھ بھی لیا تھا کہ ماشطہ کے ساتھ ظالمانہ فیصلہ ہوا ہے۔ اس کے باوجود اس نے مشاہدہ کر لیا تھا کہ یہ ایمان کا کوہِ گراں اپنی جگہ پر ثابت قدم ہے۔ اپنے دین پر مضبوط پنجہ زنی کیے ہوئے ہے۔ اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوفزدہ نہیں۔ اس کے برعکس وہ اپنے ایمان کا برملا اظہار کر رہی ہے۔ اور کفر کے ایوانوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا غلغلہ مچا رکھا ہے۔

اس واقعۂ ایمان افروز کی کہانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مجھے معراج کے سفر پر لے جایا گیا تو میں نے نہایت عمدہ اور دلکش خوشبو سونگھی۔ میں نے کہا: یہ خوشبو کیسی ہے؟ بتایا گیا یہ ماشطہ اور اس کی اولاد سے خوشبو آ رہی ہے۔''

اللہ کی توحید کی خاطر، فرعون نے جب پیتل کی بنی گائے میں اسے گرم کر کے ماشطہ اور اس کے بچوں کو بھسم کیا تھا تو اس نے فرعون سے کہا تھا:

''میری ایک حاجت برآری کر دو۔''

تو اس نے جواب دیا یہ تیرا حق ہے۔ میں پوری کروں گا۔ وہ حاجت بیان کرو۔ تو ماشطہ نے کہا:

''میری اور میرے بیٹوں کی ہڈیاں یکجا کر دو، کہا ایسا ہی کرتا ہوں۔''

اب یہ ظالم ایک ایک کرتے ہوئے اس آگ بنی پیتل کی گائے میں پھینکتا ہے تو جب ایک دودھ پیتے بچے کو پھینکنے کا وقت آیا تو اس نے اپنی ماں ماشطہ سے کہا:

''اے اماں! اس میں گر جانا پسند کرنا، ہمت نہ ہارنا تم حق پر ہو۔''

تو یہ خوشبو ان ماں بیٹوں سے آ رہی ہے جس نے فضا کو معطر کر رکھا ہے۔

تو گود میں چار بچوں نے بات کی ہے۔ ایک یہ ماشطہ والا بچہ، دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کی طہارت کی گواہی دینے والا بچہ۔ تیسرا، جریج ولی والا بچہ۔ چوتھے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام۔ ①

قابل غور

بات یہ ہے کہ یہ کتنا گہرا ایمان ہے جو پہاڑوں کو ہلا دیتا ہے۔ خود متزلزل نہیں ہوتا۔ دیکھیں، فرعون کے جادوگر ہیں: اب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں تو فرعون کی دھمکی کے جواب میں کہتے ہیں:

﴿ لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طٰهٰ : ۷۲۔۷۳]

''ہم تجھے ہرگز اس پر ترجیح نہ دیں گے اس چیز پر ہمارے پاس ظاہر دلائل آئے ہیں اور وہی ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا۔ تو جو چاہتا ہے فیصلہ کر دے تو اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرتا ہے۔ ہم اپنے رب کے ساتھ ایمان لائے ہیں، تا کہ وہ ہماری خطاؤں کو بخش دے، اور جو تو نے ہم کو جادو پر مجبور کیا ہے وہ بھی معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔''

یہی بات ماشطہ کہتی ہے۔ اور یہی بات فرعون کی بیوی آسیہ کہتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی، جب فرعون اور اس کے ساتھیوں سے ٹکراتے، تو فرعون کی بیوی پوچھتی غالب کون آیا ہے؟ اگر بتایا جاتا کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام غالب آئے ہیں، تو کہتی: ''میں موسیٰ اور ہارون کے رب کے ساتھ ایمان لائی ہوں۔'' فرعون

① بیہقی، ابو یعلیٰ، اسنادہ لاباس بہ۔ تفسیر ابن کثیر: ج ۳ ص ۱۵۔

نے بیوی کو پیغام بھیجا۔ اور نوکروں سے کہا:

''سب سے بڑی چٹان دیکھو۔ اگر اسے پاؤ تو میری بیوی سے پوچھو اگر یہ اپنی بات پر بضد رہے۔ تو یہ چٹان اس پر گرا دینا، اگر یہ اپنی بات سے پھر جائے تو یہ میری بیوی ہے۔''

جب یہ نوکر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو اس نے اپنی نگاہ آسمان کی جانب اٹھائی۔ تو جنت میں اپنا گھر دیکھ لیا، اپنے موقف پر مضبوط رہی اور اسی حالت میں روح پرواز کر گئی، اور جب انہوں نے اس پر چٹان گرائی تو وہ ایسے جسم پر گری جس سے روح پہلے ہی نکل چکی تھی۔ یہ اس پر ستم ڈھا رہے تھے مگر وہ جنت میں اپنا گھر دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

فرعون کہہ رہا تھا:

''دیکھو! اس عورت کا جنون قابل تعجب ہے۔ ہم اسے سزا دے رہے ہیں۔ اور یہ مسکراتی جاتی ہے۔'' ①

محنت کا صلہ

اپنی بصیرت، ایمان، ثابت قدمی، اور خوفِ الٰہی کی وجہ سے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا مومن، فرمانبردار، توبہ کرنے والیوں، عبادت گزار، روزہ دار، جہاد کرنے والیوں، اور رب کی خاطر جھگڑنے والیوں کے لیے ایک اعلیٰ مثال قائم کر گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [التحریم : ۱۱]

① تفسیر ابن کثیر: ج ۳ ص ۳۹٤، تفسیر قرطبی: ج ۲۰ ص ۲۰۳.

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، فرعون کی عورت کی مثال بیان کی ہے۔ جب اس نے کہا: اے میرے رب! اپنے پاس جنت میں میرا گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے کرتوت سے نجات دلا، اور مجھے ظالم قوم سے نجات دلا۔''

اللہ اس اپنی بندی پر راضی ہو۔ اس نے جنت کے گھر سے پہلے اللہ کی ہمسائیگی طلب کی، منقول یہی ہے کہ فرعون کی بیوی، فرعون کے محل میں ہی رہتے ہوئے ایمان لا چکی تھی۔

ممکن ہے مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل زمانہ میں آسمانی دین ایک عورت کے ذریعہ وہاں پہنچ چکا تھا۔ جس نے ایک معبود کا تصور پیدا کر دیا تھا۔ ہوسکتا ہے وہ اثرات وہاں ہوں اور فرعون کی بیوی اس سے متاثر ہوئی ہو۔

یہ تاریخی تحقیق کی طرف نہ بھی رجوع کریں پھر بھی فرعون کی بیوی کی شخصیت پر قرآنی اشارہ ہی کافی ہے۔ جو کہ ایک دائمی حقیقت ہے، اسے دوسرے اشخاص کی ضرورت نہیں۔ یہ خود ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ دوسرے اشخاص تو اس حقیقت سے عاری ہیں۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ فرعون کی بیوی کو کفر کے طوفان، جن میں وہ پھنسی ہوئی زندگی گزار رہی تھی راہ حق سے روک نہ سکے۔ تنہا نجات پا گئی، یہ فرعون کے محل سے اعلان بیزاری کرتی ہے اور اپنے رب کے پاس جنت میں مسکن تلاش کرتی ہے۔ فرعون سے اپنی وابستگی توڑنے کا اظہار عام کرتی ہے اور اپنے رب سے تعلق جوڑنے کا مطالبہ کرتی ہے اور فرعون سے نجات کی التجاء کرتی ہے۔ اس کے طرز عمل سے براءت کا اعلان کرتی ہے، اس ڈر سے کہ کہیں اس کے کام میں شرکت نہ ہو جائے، کیونکہ بیوی کی حیثیت سے یہ اس سے زیادہ تعلق رکھتی تھی۔

یہ کتنی عظیم دانشمندی ہے، فرعون اور اس کی قوم میں رہتی ہے مگر بیزاری چاہتی ہے۔ فرعون کی بیوی کی دعاء نے، حیات دنیا کے سامنے اپنا جو موقف پیش کیا ہے وہ بلند

پروازی میں، روشن ترین معیار کی صورت میں نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ اس کجکلاہ فرمانروا کی بیوی تھی جو اس وقت روئے زمین کے عظیم ترین بادشاہوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کے محل کی یہ رونق تھی۔ اس میں ایک عورت کی جو بھی خواہشات ہوتی ہیں ان سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ مگر یہ اس سے بلند تر مقام پر فائز تھی۔ اس نے عرش ایمان پر بسیرا کرلیا تھا۔ وہ فقط اس سامانِ تعیش سے روگردانی ہی نہیں کر رہی بلکہ اسے شر، میل کچیل اور آزمائش تصور کرتی ہے۔ اس سے اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔ اس کی بدانجامی سے دامن چھڑاتی ہے اور راہِ نجات کی جستجو کرتی ہے۔

یہی ایک منفرد خاتون ہے، جو وسیع وعریض اور مضبوط مملکت میں تنہا یہ حسن کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ یہ ایک اور فضل وکرم ہے۔ جو اس کی شان وشوکت میں اضافہ کرتا ہے۔ حالانکہ ایک عورت اپنے معاشرہ کے تصورات کی ہمنوائی میں بہت زیادہ متاثر ہونے کا شعور رکھتی ہے۔ لیکن اس خاتون جنت کو دیکھیں، یہ تنہا معاشرہ کی وابستگی کے درمیان، محل کی محدود جگہ پر رہ کر، ملک بھی اپنا ہے۔ حاشیہ بردار بھی ہیں۔ اور شاہانہ مقام بھی حاصل ہے۔ اس سب کچھ ہونے کے باوجود اکیلی اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتی ہے۔ حالانکہ اس سرکش کفر کے سمندر میں گھسی ہوئی ہے۔ پھر بھی نجات کے لیے آسمان والے کی طرف سر اٹھاتی ہے۔

یہ ایک بلند پایہ نمونہ ہے کہ ان تمام متاثر کرنے والے حالات وجذبات سے خالی ہو کر اللہ سے لو لگائیں۔ تمام بوجھ، یہ تمام رکاوٹیں، یہ تمام صدائیں، کسی کو خاطر میں نہ لایا جائے بلکہ اس اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ کی جائے۔

یہ ہیں وہ اسباب جن کی بدولت اس خاتون کا کردار کتاب اللہ میں ہمیشہ کے لیے تابندہ ہوا ہے۔ جو کائنات کے ہر گوشہ میں دہرایا جا رہا ہے۔ اور یہ ملأ اعلیٰ سے وحی بن کر اترا ہے۔ ①

---

① فی ظلال القرآن: ج ٦ ص ٣٦٢١

سورت تحریم کے آخر میں پہلے منفرد طور پر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر قرآن پاک نے کیا ہے جو کہ فرعون کی بیوی ہے۔ اس کے بعد حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر کیا ہے۔ ان کے آگے، پیچھے ذکر کرنا یہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے مقام عالی جاہ پر دلالت ہے کہ ناموری میں، یہ حضرت مریم کی ہمسر ہیں۔ کیونکہ ان کی حیاتِ باصفات میں بے حد مناسبت پائی جاتی ہے۔

یہ دونوں خواتین سچی ایماندار وفرمانبردار اور پاکباز عورتوں کے لیے خوبصورت نمونہ ہیں۔

3 خاتونِ جنت حضرت مریم علیہا السلام

یہ خاتونِ جنت ام عیسیٰ کی کنیت سے مشہور ہیں:

① یہ بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار ہے، بلکہ ایک قول ہے کہ یہ جہان کی عورتوں کی سردار ہے۔

② یہ وہ منفرد خاتون ہے جس کا ذکر قرآنِ پاک میں آیا ہے اور ایک دو مرتبہ نہیں آیا بلکہ کئی مرتبہ آیا ہے۔

③ یہ وہ یکتائے روزگار خاتون ہے جس نے بغیر باپ کے بچہ جنم دیا۔

④ یہ وہ خاتون ہے، جو بہشت بریں میں بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار ہوگی ایک قول ہے۔ ساری جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔

سرفرازی کے اعزازات

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

[آل عمران : ٤٢]

"اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تجھے منتخب کرلیا اور پاکیزہ کیا ہے اور جہان کی عورتوں پر تجھے چن لیا ہے۔"

② رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ. ①

---

① سلسلہ صحیحہ (٧٩٦) صحیح الجامع (٣١٨١) صحیح ہے۔

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت مریم علیہا السلام کے سوا، جنت کی ساری خواتین کی سردار ہے۔''

③ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَاءِ هَا خَدِيْجَةُ. ①

''حضرت مریم کا جنت کی بہترین عورتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی جنت کی بہترین عورتوں میں سے ہیں۔''

یعنی امت یہودیہ میں سے بہترین خاتون حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ اور امت اسلامیہ میں سے بہترین خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

④ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مردوں میں سے کامل تو بے شمار ہوئے ہیں۔ عورتوں میں سے کامل، صرف مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت دیگر عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کھانے کی برتری دوسرے کھانوں پر ہے۔'' ②

انتباہ: ثرید وہ کھانا ہے، کہ روٹی کے ٹکڑے گوشت کے شوربا میں ڈال کر اچھی طرح بگو کر کھاتے ہیں یہ عرب کا بہت ہی پسندیدہ کھانا ہے۔ (مترجم)

حضرت مریم علیہا السلام کا سیرت و کردار

حضرت مریم علیہا السلام ایک مسلمان خاندان میں پرورش پاتی ہیں۔ اور ایک مسلمان گھرانے میں پروان چڑھتی ہیں۔ اور ایک مسلم معاشرہ میں آنکھ کھولتی ہیں۔ ان کے ابا جان کا نام عمران ہے۔ جو بنی اسرائیل کے بزرگ تھے۔ ان کی امی جان جن کا نام حنہ

---

① بخاری کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۳۸۱۵).

② بخاری کتاب فضائل الصحابة. باب فضل عائشة (۳۷۶۹).

بنت فاقود بن قنبل تھا۔ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو ایک عظیم درس دیا تھا۔ جو ہمیں بھی اپنی اولاد کی تربیت میں راہنمائی کرتا ہے۔

ماں کے ساتھ ان کے والد، عمران بھی اس عظیم الشان تربیتی سبق میں برابر کے شریک ہیں۔ اگرچہ یہ اس وقت ہی وفات پا گئے تھے جب ان کی بیوی حنہ حاملہ تھیں۔

تربیتی سبق کے اہم نکات

❶ **نکتہ**: اولاد کو جنم دینے میں ان کی نیت نیک تھی۔ اولاد سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نیک ہو جو اپنے اللہ کی عبادت گزار ہو، دوسروں کی عبادت و پرستش سے بیزار ہو۔ عام طور پر جو لوگوں کا مقصد ہوتا ہے۔ اولاد طلب کرنے کے لیے ان کا یہ مقصد نہ تھا۔

عام لوگ اولاد ہونے سے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے لیے تسلی کا باعث ہو کہ ہمارے پیچھے کوئی ہمارا نام لیوا ہے۔ یا ان کی چاہت ہوتی ہے کہ بس اولاد ہو۔ یا کھیل کود کے لیے اولاد طلب کرتے ہیں۔ یا شیخی بگھارنے اور تکبر کا اظہار کرنے کے لیے، یا دوسروں کے خلاف تدبیریں لڑانے کے لیے یا زیادہ وراثت کا حصہ سمیٹنے کے لیے یا زیادہ اولاد کی وجہ سے اپنی سعادت مندی کا اعلان کرنے کے لیے، یا اس لیے کہ کوئی طعنہ نہ دے فلاں کی اولاد نہیں۔ یا اولاد کم ہونے کے طعنہ سے بچاؤ کے لیے اولاد مانگتے ہیں۔ مگر یہ خاندان صرف صاف نیت ہو کر اللہ کی عبادت کے لیے اولاد طلب کرتے ہیں۔

❷ **نکتہ**: **اللہ کی طرف رجوع**: ان کا اہم نقطۂ نظر اولاد کی طلب سے یہ تھا کہ صرف اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہیں یہ ہمارے لیے بہترین سبق ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ اپنے رب سے التجاء کناں ہیں کہ اولاد، اصلاح والی ہو۔ اور دعاء کی قبولیت کے جو بھی عوامل تھے وہ بروئے کار لاتی ہیں۔ کہا:

﴿ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [آل عمران: ۳۵]

''اے میرے رب! میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے۔ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے۔ وہ (تیرے لیے آزاد ہے) پس مجھ سے قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔''

سب سے پہلے دعاء میں کہا: اے میرے رب! اے میرے اللہ! نہیں کہا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مقام تربیت تھا۔ اس لیے رب کا لفظ استعمال کیا۔ مؤمن جب بھی دعا کرتا ہے تو ایسے اللہ کے اسمائے حسنٰی استعمال کرتا ہے جو اس کے مطلب کے موافق ہوں۔ رحم کی اپیل کرے تو کہتا ہے: اے رحیم! مجھ پر رحم کر۔ مغفرت کی التجاء کرے تو کہتا ہے اے غفور! مجھے بخش دے۔

اور خود کو تواضع میں لاتے ہوئے بار بار پکارتی ہیں۔ اے میرے رب! میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے۔ پھر کہتی ہیں: پس تو قبول کر لے۔ پھر کہتی ہیں: مجھ سے۔ پھر کہتی ہیں: بے شک تو ہی سننے والا ہے۔ یہ بار بار اللہ تعالیٰ سے خطاب ماں کی بے تابی اور سرافندگی کا پتہ دیتا ہے۔

اور دعاء کے آخر میں سمیع وعلیم، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی کا وسیلہ بنایا ہے۔ جو ان کے حال وسوال کے عین مطابق ہے۔

اور پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حنہ کو دیا ہے۔ اس پر رضامندی کا اظہار کیا ہے نہ اس پر اعتراض کیا ہے۔ نہ ہی ناراض ہوئی ہیں کہ یہ تو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ بلکہ دوبارہ رضامندی کا اظہار کرتی ہیں:

﴿ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ﴾ [آل عمران: ٣٦]

''اے میرے پروردگار! میں نے اسے لڑکی جنا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے۔''

گویا کہ مطلب یہ تھا۔ اللہ کریم میں تیرے فیصلہ پر راضی ہوں۔ اب میں اس کی پرورش بھی تیرے سپرد کرتی ہوں، اور اس کی نشوونما بھی تجھے سونپتی ہوں۔

③ نکتہ: نام کا حسن انتخاب: حضرت حنہ نے یہاں تک خیال رکھا کہ لڑکی کا نام مریم رکھا، جو کہ اچھے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ جو با مقصد نام ہے نہایت ہی مفید اور پاکیزہ وطیب ہے۔ مریم۔ یعنی جس کا معنی عبادت گزار ہے۔ یہ ایک ایسا نام گرامی ہے جو ان کی حسن نیت پر اور وفائے نذر پر دلالت کرتا ہے۔

کاش! کہ آج کی مسلمان خواتین بھی، حضرت حنہ سے بامعنی اور اچھے نام رکھنے کی تعلیم حاصل کریں اور بے مقصد نام رکھنے سے گریز کریں۔ اور ان ناموں سے بھی احتراز کریں جو کمینگی اور ذلت پر دلالت کرتے ہیں۔

④ نکتہ: اللہ کی پناہ طلب کی: ان کی تربیت کا چوتھا کام یہ تھا کہ اپنی بچی کو دم کیا اور مردود شیطان سے اپنے رب کی پناہ طلب کی۔ کہا:

﴿ وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَٰنِ الرَّجِيمِ ﴾ [آل عمران : ٣٦]

"بے شک میں اسے، شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"

اسی چیز میں ہر طرح کی خیر آجاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ إِلَّا لَكَزَهُ الشَّيْطَانُ لَكْزَةً فَيَسْتَهِلُّ الْمَوْلُوْدُ صَارِخًا إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا. ①

"جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے شیطان اسے مارتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ چلاتا ہے۔ اس سے مریم اور ان کا بیٹا محفوظ رہے ہیں۔"

اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ سچی اور مخلصانہ پناہ طلب کرنے کا نتیجہ تھا کہ یہ دونوں ماں، بیٹا محفوظ رہے ہیں۔ اور حضرت حنہ نے مکمل اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاہٹ کا اظہار کیا تھا۔ اور اللہ ملک العلام سے درستگی اور اس کی مدد اور اعانت طلب کی تھی۔ جس کے اثر سے یہ شیطان سے محفوظ رہے۔

نبی اکرم ﷺ خود بھی اسی طرح کرتے تھے۔ جس طرح، حضرت مریم کی والدہ نے کیا تھا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت حسن اور حضرت

---

① بخاري، كتاب التفسير، باب سورة آل عمران (٤٢٧٤). مسلم.

حسین رضی اللہ عنہما کو سورت اخلاص ، سورت فلق ، سورت والناس تین مرتبہ پڑھ کر، اپنے مبارک ہاتھوں پر پھونک مار کر اپنے ہاتھ ان دونوں کے جسم پر پھیر کر دم کرتے تھے۔ ①
اور دیگر اذکار شرعیہ بھی آپ کرتے تھے۔

یہ بات یقینی ہے کہ اس عمل کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ بچہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بچے کو قرآن اور احادیثِ نبویہ سے محبت کی عادت پڑتی ہے۔

ایک ماں اگر روزانہ، اپنے بچے کو شرعی دم کرے تو یہ بات اس بچے کو قرآن وسنت کا عادی بنا دے گی۔

آہ! افسوس صد افسوس!

ہم نے بچوں کو ٹیلیویژن کا پروانہ بنا کر اس کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ یہ روزانہ گانے سنتے ہیں۔ موسیقی سے آشنا ہیں۔ فلموں کے دلدادہ ہیں۔ یہ چیز بھی ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔

اس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں ایک طفل ناداں ہوتا ہے۔ اس کی دو سال عمر ہوتی ہے۔ مگر وہ رقص کرتا ہے، گاتا ہے۔

ایک ساتھی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک بچہ عمر بمشکل تین برس ہوگی وہ اپنے بستر پر سویا ہے۔ اس نے اپنی بہن کو دیکھ لیا جو ابھی دو برس کی نہ ہوگی۔ اسے بازوؤں میں لیا۔ اور بوس وکنار کرنے لگا۔ یہ کیوں ہوا اس لیے اس بڑے شیطان ٹیلیویژن نے اسے یہی سکھایا ہے۔

اس صحیح تربیت کا نتیجہ یہ ہوا جو حضرت حنہ نے کی تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ أَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾ [آل عمران : ۳۷]

”مریم کو اس کے رب نے اچھے انداز پر قبول کیا اور اسے اچھے انداز پر بڑھایا۔“

یہ اچھی قبولیت کیوں ہوئی اسی وجہ سے کہ حضرت مریم کی امی نے ان کی تربیت صالح انداز پر کی تھی۔ تو اللہ نے پہلوں اور پچھلوں میں انہیں اچھی قبولیت سے

---

① ترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء في الرقية بالمعوذتين (۲۰۵۸).

نوازا۔ اور روزِ جزا بھی مقبول ہوں گی، سابقہ اور بعد والے ہر مؤمن نے انہیں شرف قبولیت بخشا۔

اچھا اگایا یہ ہے کہ یہ اپنے طول وعرض اور بلندی میں، یہ اپنی شکل وصورت اور خوش منظر میں یہ اپنی حسن آرائی اور جمال میں، اپنی فہم وذکاء اور اخلاق وآداب میں اور سیرت وایمان میں اچھی اٹھان والی تھیں۔

یہ اچھی اٹھان کا سلسلہ ابھی رکا نہیں جاری رہا ہے۔ دینی، علمی اور اخلاقی لحاظ سے اس اچھی اٹھان نے درجہ کمال پالیا۔

حضرت مریم علیہاالسلام جو ایک یتیم بچی تھیں۔ جن کی کفالت اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کرتے ہیں جو کہ ایک صالح کردار تھے۔ درجہء صلاحیت کی آخری حدوں تک انہیں رسائی حاصل ہے۔

اس معصوم بچی کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانے کے دوران بھی ہمیں لوگ دوڑ لگاتے نظر آرہے ہیں۔ اور بڑے بڑے معجزات نمایاں ہوتے ہوئے ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور مریم کا ہر کفیل اسے اختیار کرنے کے لیے کوشاں دکھائی دیتا ہے۔

پروردگار کائنات اس دلکش منظر کی یوں نقشہ کشائی فرماتا ہے:

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ [آل عمران:٤٤]

''یہ غیب کی بات ہے۔ ہم نے اسے آپ کی طرف وحی کیا ہے آپ ان کے پاس نہ تھے جب یہ اس لیے اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے۔ نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے۔ جب یہ اس کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔''

ہر ایک بھاگ دوڑ کر رہا ہے کہ یہ ثابت کرے میں مریم کی کفالت کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔

جب قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت مریم کی والدہ محترمہ اپنی اس بچی کو ایک کپڑے میں لپیٹتی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام حنہ بنت فاقود ہے۔ اور اس یتیم و بے نوا معصوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ایک کاہن کے پاس لے جاتی ہیں۔ کیونکہ اس دور میں بیت المقدس کی سرپرستی انہی کے ذمہ تھی۔ جیسا کہ کعبہ کے نگران قریش ہوا کرتے تھے۔ اور ان کی گود میں رکھتے ہوئے کہتی ہیں۔

یہ پکڑو جو اس مقدس گھر کی نذر کی گئی ہے۔ یہ عورت ہے۔ میں نے اسے بیت المقدس کی خادمہ کے طور پر اس کی نذر مانی تھی۔ مجھے یہ بھی علم ہے عبادت خانہ میں حائضہ داخل نہیں ہو سکتی۔ یہ سمجھنا تمہارا کام ہے۔ میں نے نذر تمہارے حوالہ کر دی ہے۔ اب میں اسے گھر واپس لے کر نہیں جاؤں گی۔ تم جانو اور یہ نذر جانے۔

سب کہنے لگے، یہ تو ہمارے امام کی لخت جگر ہے۔ حضرت عمران اپنے وقت میں ان کی نمازوں کے امام ہوا کرتے تھے اور وہ ہمیں اللہ کے قریب کرنے والے ہیں۔ ہم ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا: اسے میرے حوالہ کر دو میں اس کی کفالت کروں گا کیونکہ اس کی خالہ، اشیع بنت فاقود میری زوجیت میں ہے۔ اس بناء پر میں زیادہ حقدار ہوں کہ اس کی کفالت کروں۔

مگر لوگ نہ مانے انہوں نے قرعہ کی تجویز دی۔ جن قلموں کے ساتھ وہ تورات لکھتے تھے ان کے ذریعہ انہوں نے قرعہ ڈالنے کا فیصلہ کیا۔

قرعہ کا طریقہ

یہ نہر اردن پر جاتے ہیں۔ اور اپنی قلمیں اس میں ڈالتے ہیں۔ انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ جس کا قلم نہر میں بہہ جائے وہ نہیں جس کا نہ بہے بلکہ ثابت رہے وہ مریم علیہا السلام

کا کفیل ہوگا۔

اب انہوں نے قلمیں ڈالیں تو سب کو پانی بہالے گیا، صرف حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم باقی رہا۔ اور اپنی جگہ پر ثابت رہا بلکہ اوپر ابھرا رہا پانی کی رفتار کو چیرنے لگا۔ اس طرح حضرت مریم علیہا السلام، حضرت زکریا علیہ السلام کی زیر کفالت آ گئیں۔ جو پیکر خیر وصلاح تھے۔[1]

یہ ان کے بڑے، ان کے سید، ان کے عالم وامام اور ان کے نبی کا ایک عظیم معجزہ تھا۔ علیہ السلام وسائر النبیین والمرسلین۔

اب مریم کی کفالت کی ذمہ داری حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوتی ہے۔

واہ! کیا ہی نصیب والی ہے یہ بیٹی۔ جو ایک نیک خاتون کے پیٹ میں رہنے کے بعد دنیا میں آئی اور صدیق نبی کے مدرسہ میں سے فارغ ہوئی۔

مدرس اس کے اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔ تعلیم کا نصاب نفع بخش علم اور صالح عمل اور اخلاق عالیہ اور آداب بالا خلاص اور دلوں کی اصلاح ہے۔ یہ وہ تعلیم گاہ تھی حضرت مریم علیہا السلام جس میں عبادت گزاروں کی منزلیں، سالکوں کی راہیں اور علم سلوک کے مقامات کی نزاکتیں طے کر رہی تھیں حتیٰ کہ مریم علیہا السلام نے صدیقہ کا درجہ پالیا۔

کرامات مریم علیہا السلام

قرآن پاک ہمارے سامنے حضرت مریم علیہا السلام کی یکتائے روزگار کرامات کا ذکر کرتا ہے۔ ان میں سے سب سے اہم یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنی عبادت گاہ میں تنہا ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے انہیں وہاں اکیلا ہی چھوڑ رکھا تھا۔

اچانک حضرت مریم علیہا السلام کے پاس پھل ہیں، جو ان پر آسمان سے نازل ہوئے ہیں اور پھل بھی عجیب تھے۔ گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں مل رہے ہیں۔ یہ ایک دو مرتبہ ایسا نہیں ہوا، یہ بارہا ہوا تھا۔ یہ کرامات ہی کرامات

---

[1] تفسير ابن كثير: ج١ ص٣٦٣. تفسير قرطبي: ج٤ ص٨٦. تفسير رازي: ج٤ ص٢١٠.

ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

[آل عمران : ٣٧]

''جب بھی مریم کے پاس عبادت خانے میں حضرت زکریا علیہ السلام داخل ہوئے تو ان کے پاس رزق پایا۔ کہا: اے مریم! یہ کہاں سے ہے۔ کہنے لگیں: یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق دیتا ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا، یہ رزق کہاں سے ملا۔ مریم نے کہا: اللہ کی طرف سے ملا۔ وہ جان چکی تھیں کہ ہمارا رزاق اللہ ہے۔

جس قدر کرامات میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے اعتراف نعمت میں ترقی ہوتی گئی اور وہ اپنے منعم حقیقی کے تقرب کی طلبگار ہوئیں۔ رزاق سچ کہتا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق : ٢-٣]

''جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان نہیں ہوتا۔ اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اسے کافی ہے۔''

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جب بھی رزق آتا تو وہ بار بار یہی کہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام کے توکل سے متاثر ہوئے

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کی ان بہت ساری اور عجیب وغریب کرامات کا مشاہدہ کیا تو لڑکے کی خواہش نے ان میں انگڑائی لی، حالانکہ بہت

ہی زیادہ بڑھاپے میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اس پر اضافہ یہ کہ آج تک بیوی بانجھ تھی کبھی اولاد کا اشارہ بھی نہ ہوا تھا۔

ان دور کاوٹوں کے باوجود کہ خود ضعیف العمر اور ناتواں تھے اور بیوی بانجھ تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ بیٹا عطا کیا جو مخلوق کا سردار تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ [آل عمران: ۳۸ تا ۴۰]

”حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے وہاں دعا کی اے میرے رب! اپنے پاس سے مجھے پاکیزہ اولاد عطاء کر۔ بے شک تو ہی دعاء کو سننے والا ہے۔ انہیں فرشتوں نے پکارا، وہ کھڑے محراب میں نماز پڑھ رہے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے۔ جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرتا ہے۔ سید ہوگا، گناہوں سے بچے گا اور نیکوکار نبی ہوگا۔ کہا، اے میرے رب! میرے ہاں، لڑکا کیسے ہوگا جبکہ میں بڑھاپے کو پہنچ گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ کہا: اسی طرح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“

مریم علیہا السلام صدیقیت کے رتبہ پر

حضرت مریم علیہا السلام عبادت میں ایسا پیکر ثابت ہوتی ہیں اور خلوت میں عبادت کا ایسا ریکارڈ قائم کرتی ہیں کہ ان پر مریم بتول (عبادت گزار) کے نام گرامی سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔

شادی پر اپنے رب کی عبادت سے اتنی زیادہ مانوس ہوتی ہیں کہ مصروف

عبادت ہیں۔ شادی سے کنارہ کشی اختیار کرتی ہیں۔ اس وجہ سے آسمانِ دوشیزگی کا چمکتا ستارہ بن کر نمودار ہوتی ہیں۔ اور مریم عذراء (دوشیزہ مریم) کا لقب حاصل کرتی ہیں۔ اب ان کی شہرت ہی مریم بتول اور کنواری مریم کے مقدس تعارف سے ہے۔

اس عبادت وتقویٰ میں قابل رشک مقام تک رسائی کے بعد، ان کے ایمان میں اور ترقی ہوتی ہے۔ یہ بنی اسرائیل کی دنیا کی تمام خواتین سے اطاعت کشی میں برتر مقام پر فائز ہوتی ہیں۔ اور علم کی دنیا کی اس وقت کی خواتین میں منتخب ترین خاتون ہیں۔ دنیا کی خواتین ہی کی نہیں یہ جنت کی خواتین کی سردار کا اعزاز پاتی ہیں۔

ارشادِ باری ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِيْ وَ ارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٤٢-٤٣]

''اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تجھے چنا، اور پاک کیا اور تجھے جہان کی عورتوں پر چن لیا۔ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبردار ہو جا۔ اور سجدہ کر، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔''

ابتلاء وآزمائش کا دور

انسان جب قصر ایمان کے پر عظمت محل پر بسیرا کرتا ہے تو پھر اس کے لیے بڑی بڑی آزمائشوں کا دور آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ.

''لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش میں انبیائے کرام مبتلاء ہوتے ہیں پھر ان کے بعد نیک لوگ ہوتے ہیں۔ پھر ان کے بعد جتنے زیادہ مثالی لوگ ہوں آزمائش میں ہوتے ہیں۔''

آدمی کو اس کے دین کے اندازے پر آزمایا جاتا ہے۔ اگر اس کے دین میں ترقی ہو تو آزمائش میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ اگر اس کے دین میں نقص ہو تو اس کی

آزمائش بھی کم ہوگی۔①

حضرت مریم علیہا السلام نے فرمانبرداری، شب زندہ داری، اطاعت شعاری اور سجدہ ریزی اور رکوع افندگی میں ایک مثال قائم کردی۔

کہا جاتا ہے کہ محراب یعنی اپنے عبادت خانہ میں رکوع وسجود اور قیام میں اتنی دیر تک رہتی تھیں کہ ان کی آنکھوں اور قدموں سے زرد پانی نکل آتا۔

ابوشوذب کہتے ہیں: حضرت مریم علیہا السلام ہر رات غسل کیا کرتی تھیں۔② ان کی طہارت کا یہ حال تھا۔

حضرت مریم علیہا السلام نے مسلسل عبادت کی حتیٰ کہ صدیقیت کے درجہ تک پہنچ گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ﴾ [مائدہ (۵/۷۵)]

''ان کی امی (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امی) صدیقہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ﴾ [تحریم: ۱۲]

''اس نے اپنے رب کے کلمات اور کتابوں کی تصدیق کی اور یہ فرمانبرداری کرنے والوں میں سے تھی۔''

صدیقیت کا مقام ایک عظیم مقام ہے۔ اس کا درجہ نبوت کے بعد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴾ [النسآء: ۶۹]

''یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، انبیاء میں سے صدیقوں میں سے، شہداء میں سے اور صالحین میں سے، اور یہ بہت اچھا ساتھ ہے۔''

---

① حدیث حسن. ② ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۳.

صدیقیت ، غایت درجہ اخلاص، انتہاء درجہ کی سچائی، اور کمال مراقبہ اور تمام مشاہدہ کا نام ہے۔ یہ انبیاء میں ہوتا ہے۔ مگر یہ چیزیں غیر انبیاء میں ہوں تو صدیقیت کا درجہ ہوتا ہے۔

یہ مقام کائنات کی کسی بھی سردار عورت کو حاصل نہیں ہوا۔ یہ صرف حضرت مریم علیہا السلام کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام و مرتبہ کا ذکر حضرت مریم کے لیے قرآن کریم میں دو مرتبہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ قرآنِ پاک میں اس مرتبہ کے لیے کسی کی تعریف نہیں ہوئی۔ اگرچہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسری عورتوں کے لیے بھی مذکور ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام جب اس درجۂ عالیہ تک پہنچیں اور تقویٰ کی انتہاء کو چھوا تو امتحان وابتلاء کا شکار ہوئیں۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ○ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ○ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○ وَ هُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ○ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ○ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴾ [المریم: ۱۶-۲۸]

''ذکر کرو کتاب میں مریم کا جب وہ دور لے گئی خود کو اپنے گھر والوں سے مشرق کی جانب جگہ پر۔ اس نے ان کے سوا پردہ بنا لیا پس ہم نے اس کی طرف جبریل کو بھیجا جو تندرست بشر کی صورت میں نمودار ہوئے۔ کہنے لگی میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے۔ کہا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ تا کہ تجھے پاکیزہ بیٹا دوں۔ کہنے لگی میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ کہا: اسی طرح تیرے رب نے کہا ہے یہ میرے اوپر آسان ہے۔ تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنا دیں اور ہماری طرف سے رحمت ہو۔ اس معاملہ کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ پس مریم حاملہ ہوئی اور خود کو دور والی جگہ پر ڈال دیا۔ دردِزہ اسے کھجور کے تنے کے پاس لے آئی۔ کہنے لگی: اے کاش! میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میں بھولی بسری ہو جاتی۔ اس کو اس درخت کے نیچے سے پکارا نہ غم کر اور اپنی طرف کھجور کے تنے کو حرکت دو۔ یہ تم پر عمدہ اور تر کھجوریں گرائے گا۔ پس کھاؤ اور پیو، اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم بشر میں سے کسی کو دیکھو تو کہو۔ بے شک میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔ پس آج میں کسی انسان سے بات نہ کروں گی۔ پس اسے لے کر قوم کے پاس آئی اسے اٹھائے ہوئے تھی۔ انہوں نے کہا: اے مریم! تو لائی ہے ایک چیز جو باندھی ہوئی ہے۔ اے ہارون کی بہن، نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا، نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔''

یہ حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ جو اپنی خلوت گاہ میں ہیں۔ تنہائی میں رہنے میں اطمینان پکڑتی ہیں۔ اچانک ایک ناگہانی سنگین صورت حال سے دوچار ہو جاتی ہیں۔ ایک آدمی ان کی اطمینان بخش خلوت گاہ میں آتا ہے۔

ایک قول ہے۔ حضرت مریم حیض کی وجہ سے خلوت گزیں ہوئی تھیں۔ اور بہت ہی دور والی جگہ پر تنہائی میں چلی گئیں۔

وہاں ایک تندرست آدمی آتا ہے۔ جو کہ حیثیت میں فرشتہ تھا۔ حضرت مریم طاہرہ اسے بظاہر آدمی سمجھ کر کہ یہ ان کی خلوت و وحدت میں اچانک آ گیا ہے۔ اور نافرمانی کا عزم لیے ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایسا اسلوب اپناتی ہیں جو کہ وعظ ونصیحت کا انداز ہے۔ کہتی ہیں:

اگر تو متقی ہے تو میں تجھ سے رحمان کی پناہ چاہتی ہوں۔ متقی ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ کا خوف دل میں رکھتا ہو۔ اگر یہ شیطان کی راہ پر کوئی قدم رکھتا بھی ہے تو ایمانی قوت اسے تقویٰ کی جانب متوجہ کر دیتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴾ [الاعراف : ۲۰۱]

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا جب انہیں شیطان کی طرف گھومنے والا چھوتا ہے تو وہ نصیحت پکڑتے ہیں اور ناگاہ وہ بصارت سے کام لیتے ہیں۔''

وہ آدمی جواب دیتا ہے۔ میں رب کا ایلچی ہوں۔ عام آدمی نہیں۔ اور کہا: میں پاکیزہ بیٹا دینے آیا ہوں۔

عموماً ایسے حالات میں مجرموں کی عادت ہوتی ہے۔ اور نافرمانوں کی فطرت ہوتی ہے کہ یہ نافرمانیوں کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے سمجھا یہ ہنسی مزاح کر رہا ہے۔ اس کی نیت اچھی نہیں۔ ایسی صورت میں نافرمانوں کے متعلق یہی گمان ہوسکتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام پوری صراحت سے کہتی ہیں اور بغیر کسی شک سے کہتی ہیں۔ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ میں دوشیزہ ہوں مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور نہ ہی میں نے زنا کاری کی ہے۔

اس کے جواب میں مرسل فرشتہ جبریل کہتا ہے: یہ بہت بڑا امتحان ہے۔ اور عظیم آزمائش ہے۔ اور یہ واضح کیا کہ اللہ کی قدرت کسی حد بندی کی محتاج نہیں۔ اور نہ

ہی رکاوٹیں اس کے سامنے آڑے آ سکتی ہیں۔کہا: یہ رب پر آسان ہے۔

اس آزمائش کے ساتھ ساتھ عظیم بشارت بھی دی کہ اس پیدا ہونے والے بچے کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے نشانی اور رحمت بنانا چاہتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ لامحالہ ہو کر رہے گا۔کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی۔ بچہ ضرور پیدا ہو گا۔

یہاں تک بیان کرنے کے بعد قرآن پاک یہاں تو خاموشی اختیار کرتا ہے۔ کہ وہ بچہ کیسے پیدا ہوا جس کا باپ نہیں۔

مگر دوسری آیات میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے دامن میں پھونک ماری تو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ وہ حاملہ ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾ [الانبیاء: ۹۱]

''اور وہ جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اسے اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لیے نشانی بنا دیا۔''

ایک اور مقام پر ہے:

﴿ وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ﴾ [التحریم: ۱۲]

''اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔''

یہاں فرج میں پھونک مارنے سے مراد شرمگاہ نہیں۔ اس سے قمیض کا چاک مراد ہے۔

مقصد یہ ہے کہ مریم کے لباس میں شک وشبہ کا ذرہ بھی وابستہ نہیں۔ یہ پاکیزہ لباس اور پاکیزہ اخلاق ہے۔

قمیص کے چاک چار ہوتے ہیں۔ دو آستینیں، ایک اوپر والا چاک اور ایک

نیچے والا چاک۔

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کو یہی خیال کرنا چاہیے کہ حضرت مریم علیہا السلام طاہرہ ومطہرہ تھیں حضرت جبریل علیہ السلام نے پھونک گریبان میں ماری تھی شرم گاہ میں نہیں۔

قرآن پاک نے بڑے ہی لطیف انداز پر کنایہ بیان کیا ہے کیونکہ قرآن پاک نہایت ہی موزوں الفاظ، اور نہایت ہی صاف ستھرے انداز اور نہایت ہی باریکی کے ساتھ، اشارے اور معانی بیان کرتا ہے۔

اور وہ بیان کرنے میں ایسی خوبصورت عبارت استعمال کرتا ہے۔ جاہل کا وہم وگمان بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے دامن میں پھونک ماری۔ یہ روح القدس فرشتہ کی پھونک تھی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے تھی جو کہ قدوس ہے۔ قدس، قدوس سے ملا ہے۔ اور پاکیزہ حکم ہے۔ اس لیے مریم مقدسہ ومطہرہ سے ظن وتخمین اور جھوٹے گمان سے دور رکھا جائے۔ ①

ایک قول ہے مریم کے منہ میں پھونک ماری جو پیٹ تک پہنچی، ایک قول ہے۔ ان کے دامن میں پھونک ماری جو رحم تک پہنچی، ایک قول ہے۔ قمیص کے ایک پہلو میں پھونک ماری۔ ایک قول ہے۔ دامن میں پھونک ماری جو رحم میں ٹھہر گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ②

کرامات کا ظہور

اللہ عزوجل نے حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت کو محفوظ رکھا۔ اور بغیر باپ کے انہیں فرزند سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں کہ وہ بغیر حمل اور بغیر ولادت کے بچہ موجود کر دے۔ اور نہ ہی انہیں حمل کی تکالیف کا احساس ہونے دے، اور بغیر

① تفسیر قرطبی: ج ۲ ص ۳۳۸۔ ② تفسیر رازی: ج ۱۰ ص ۴۳۰۔

پھونک مارنے کے بھی بیٹا عطاء کر دیتا۔

لیکن اس کی جلیل القدر قدرت نے چاہا کہ وہ ان اسباب کے ذریعہ ہی فرزند عطاء کرے جو ایک عورت میں عادتاً ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عبادت خانے میں ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے انہیں بغیر کسی سبب کے رزق پہنچ رہا ہے۔ اور بغیر سبب کے لڑکا ہوتا ہے۔ اور ان کے نیچے سے بلا سبب ہی نہر جاری ہوتی ہے۔

انہیں حمل کی تکالیف کھجور کے درخت کے تنے کی جانب آنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ پاکدامن دوشیزہ کہتی ہیں۔ کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔ اس کے بعد انہیں اطمینان ہوتا ہے۔ اور کرامات تکرار سے سرزد ہوتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پکارتے ہیں: ماں غمزدہ نہ ہونا، کرامت یہ ہے کہ ایک قول کے مطابق جبریل علیہ السلام نے پکارا تھا: ''غمگین نہ ہوں۔'' دوسرا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ''اماں! غمگین نہ ہونا۔'' بہرصورت یہ حضرت مریم علیہا السلام کی ایک کرامت ہے کہ معصوم بیٹا یا معصوم جبریل علیہ السلام تسلی وتشفی دیتے ہیں۔

مگر زیادہ اقرب یہی ہے کہ یہ پکار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی دی تھی کہ غمزدہ نہ ہوں۔ کیونکہ یہ شرم کا معاملہ تھا۔ آواز نیچے سے آئی تھی یہ فرشتوں کے لائق نہیں کہ وہ شرم کو دیکھیں۔

اس سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام کا ذکر بھی گزرا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی گزرا ہے۔ مگر یہ الفاظ کہ مریم جب حاملہ ہوئیں تو خود کو دور لے گئیں۔ اس میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب لوٹانا زیادہ بہتر ہے۔

اگر حضرت مریم علیہا السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کلام نہ کیا ہوتا تو جب لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ کہاں سے لے آئی ہو تو حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ نہ کرتیں کہ اس سے پوچھ لو۔

یہ تمام دلائل ظاہر کرتے ہیں۔ دلاسا دینے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ چھوٹے سے بچے کا ماں کو یہ اطمینان دلانا ایک عظیم کرامت ہے۔

کرامت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہی کہا تھا۔ کھجور کو حرکت دیں یہ تمہارے سامنے تر کھجوریں گرائے گا۔

اس میں اسباب اختیار کرنے کا حکم تھا۔ جبکہ اسباب کی تاثیر نہ تھی۔ کیونکہ حرکت کھجور کے تنے کو دینا تھی۔ اور کھجور کے تنے پر کھجوروں کا پھل نہ تھا۔ صرف کھجور کا درخت تر تھا۔ مگر صرف اس تنے سے تر و تازہ کھجوروں کے گرنے کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کرامت ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ چھوٹی عمر میں بات کرتے رہے۔ گود میں بات کرتے ہیں کہ اماں! کھاؤ اور ٹھنڈا پانی پیو۔ اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر کوئی انسان پوچھے تو کہنا میں نے خاموشی کا روزہ رکھا ہے۔ میں نے کسی انسان سے بات نہیں کرنا۔

حضرت مریم علیہا السلام نے ان ہدایات پر عمل کیا اور خاموش رہیں اور بچہ اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ انہوں نے جب بچہ دیکھا تو بہت ہی بری تہمت لگا دی اور بہتان باندھ دیا۔ اور بہتان بھی اس شخص کے ساتھ لگایا جو صالح کردار، عبادت گزار، اور پیکر صداقت تھا۔ جس کا نام یوسف نجار تھا۔

حالانکہ ان بہتان بازوں کا حق تھا یہ سیدہ مریم علیہا السلام سے وجہ پوچھتے کہ حاملہ کیسے ہوئی ہو۔ مگر انہوں نے صاف گھناؤنا الزام لگا دیا۔ حالانکہ یہ مریم علیہا السلام اپنی قوم کی عبادت گزار خواتین کی سردار تھیں۔ ان کے امام کی لختِ جگر تھیں۔ ایسا خیال بھی ان کے دل میں نہ گزرا تھا اور نہ ہی کبھی کسی نے سنا تھا کہ انہوں نے کبھی کسی غیر آدمی کے ساتھ خلوت گزینی اختیار کی ہو۔ برائی تو دور کی بات ہے انہیں کبھی کسی مرد نے چھوا تک نہ تھا۔

یہ ایسی بدترین بہتان زدگی سے بالکل بری تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔

یہ اشارہ دیکھ کر یہودی تو غضب کا شعلہ بن گئے۔ نعوذ باللہ۔ ان کے خیال کے مطابق ایک علانیہ زانیہ عورت ان سے استہزاء اور ٹھٹھا کر رہی ہے۔

یہ کہنے لگے: جو گود میں بچہ ہے ہم اس سے بات کیسے کریں؟

بس آوازۂ حق بلند ہوتا ہے۔ بچہ گودی سے صدائے دلربا اٹھاتا ہے۔ اور مجمع یہود پر سناٹا چھا جاتا ہے۔

کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے۔ اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے مجسم برکت بنایا ہے۔ اس نے مجھے نماز و زکوٰۃ کی وصیت کی ہے۔ اس نے مجھے والدہ سے نیکوکاری کا درس دیا ہے۔ میں سرکش اور بدبخت نہیں۔ میری ولادت کے دن، اور جس دن میں مروں گا۔ اور زندہ اٹھایا جاؤں گا، مجھ پر سلامتی ہوگی۔

مگر اس ہٹ دھرم قوم نے اس برائی سے بری، پیکرِ پاکیزگی، سراپائے سچائی اور مرقع طہارت و پارسائی کی الزام لگانے پر قسم کھا رکھی تھی۔

معصوم بچے کا اپنی ماں کے پاکیزہ دامن پر داغ لگانے والوں کی آلائش کا ماں کی گود میں بیٹھ کر صاف کرنا ایک عظیم کرامت ہے۔ اس کا اثر حیا باختہ لوگوں پر نہ ہو تو علیحدہ بات ہے:

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

''جب کوئی بے حیا ہو جائے تو جو چاہے کرے۔''

4 خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں:

بشارتیں

① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے:

اِنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةَ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ. [1]

''کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔''

② جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا، حضرت آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا، جو کہ فرعون کی بیوی ہے یہ بھی اہل جنت کی سردار خواتین میں شامل ہیں۔

مثالی تربیت گاہ

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سید ولد آدم علیہ اشرف الصلاۃ والسلام کے کاشانۂ حکمت خزانہ میں تربیت پائی ہے۔ جو کہ ان کی پہلی درسگاہ تھی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ادب آشنا ہوئیں۔ پیغمبر زماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سرپرستی میں رکھا، یہ بھی عظیم باپ کی عظیم بیٹی ثابت ہوئیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مرکز تھیں۔ جو ان سے بگڑتا آپ اس سے بگڑ جاتے۔ جو ان سے صلح جوئی رکھتا آپ اس سے صلح مند رہتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے۔ اور ان کی پیشانی کے درمیان پیار سے بوسہ دیتے۔ اور اوّل نشست پر بٹھاتے۔

---

① حاکم باسناد صحیح فتح الباری ج ۷ ص ۱۳۲ مناقب فاطمةؓ.

جب یہ آیت قرآنی نازل ہوئی:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [الاحزاب:۳۳]

"بے شک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ تم سے اے اہل بیت پلیدی دور کر دے۔"

تو رسول اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ، سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجتے ہیں جب یہ آتے ہیں۔ تو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں: یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ①

انتباہ: یہاں ہم یہ غلط فہمی دور کر دیں کہ بعض لوگ صرف انہی بزرگانِ باصفا کو اہل بیت کہتے ہیں۔ بیویوں کو شامل اہل بیت نہیں کرتے۔

حالانکہ بیویاں ہی تو اہل بیت ہیں۔ قرآنِ پاک نے سورت احزاب (۳۳) سے پہلے صرف اور صرف آپ کی بیویوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور انہیں مخاطب کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیویاں ہی آپ کی اہل بیت ہیں۔ اور چونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مذکورہ بالا بزرگانِ باوقار کو بھی اہل بیت میں شامل کیا ہے۔ ہم انہیں بھی اہل بیت میں سے تسلیم کرتے ہیں۔ ②

پر کٹھن زندگی کی گزران

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب پندرہ برس کی ہوئیں تو آپ ﷺ کے چچازاد بھائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ

---

① مستدرك ج ۳ ص ۱٤٦. باب مناقب اهل البيت. صحيح علٰى شرط مسلم ولم يخرجه.

② لہٰذا صرف ان چار ہستیوں ہی کو اہل بیت کہنا اور نبی ﷺ کی بیویوں کو اہل بیت میں داخل نہ تصور کرنا مؤلف کا سہو ہے۔

انصاف پسندی یہ ہے کہ بیویاں تو آپ کی اہل بیت ہیں ہی اور ساتھ یہ چار ہستیاں بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ (مترجم)

بن ابی طالب کے ساتھ ان کی شادی ہوئی۔

سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ساتھ فقر، بھوک، تھکاوٹ اور مشقت سے بھرپور زندگی نہایت ہی صبر سے گزاری۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: ''کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ہمارے لیے صرف مینڈھے کی کھال بطور بستر تھی رات جس پر ہم سوتے تھے۔ اور وہی صبح پانی بھرنے کے لیے لٹکا دیتے تھے۔ اور نہ ہی ہمارے پاس خادم تھا۔''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر متواضع تھا۔ مال کی کمی تھی۔ جس کی وجہ سے انہیں بہت زیادہ محنت ومشقت اٹھانا پڑتی تھی۔ جسم جھک گیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین کی ہے یہ دونوں میاں بیوی صبر کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تعلیم دی یہ اس تعلیم کے مطابق چلتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کو ایک چادر، ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کے پتوں کی بھرائی کی تھی۔ اور دو چکیاں اور دو مٹکے دیئے تھے۔ میں نے ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ڈول کے ذریعہ کنوئیں سے مسلسل پانی نکال کر میرا سینہ زخمی ہو چکا ہے۔ ابا جان کے پاس کچھ جنگی قیدی آئے ہیں۔ جائیں خدمت کے لیے آپ سے کوئی لونڈی غلام ہی حاصل کریں۔

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا مسلسل چکی چلانے سے میرے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ اب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتی ہیں۔ آپ پوچھتے ہیں:

مَاجَآءَ بِكِ اَیْ بُنَیَّةُ.

''بیٹی کیسے آنا ہوا؟''

عرض کی بس سلام کرنے حاضر ہوئی تھی۔ اور شرم وحیا آڑے آ گئی دل کی آرزو دل ہی میں لے کر واپس لوٹ آئیں مطالبہ کی ہمت نہ ہوئی۔

میں نے کہا، فاطمہ! کیا بنا۔ کہا مجھے تو سوال کرتے ہوئے حیا مانع ہوئی ہے۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں اکٹھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پانی کے ڈول اٹھا اٹھا کر میرا سینہ زخمی ہو چکا ہے۔ اور سیدہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں چکی چلاتی ہوں۔ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیدیوں اور مال کی کشادگی سے نوازا ہے۔ ہمیں خادم عنایت فرمائیں۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصحاب صفہ کو چھوڑ دوں جو کہ بھوک برداشت کر رہے ہیں اور تمہیں عطیات سے نوازوں۔ واللہ! میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں اس لیے میں یہ مال اور قیدی وغیرہ فروخت کروں گا اور ان سے حاصل شدہ قیمت ان اصحاب صفہ پر خرچ کروں گا۔

یہ جواب سنا اور دونوں واپس لوٹ آئے۔ اور گھر آ کر ایک چادر تھی وہ اوپر لی اگر سر ڈھانپتے تھے تو قدم کھل جاتے تھے اور اگر قدم ڈھانپتے تھے سر باہر رہتے تھے۔

اچانک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں آتے ہیں۔ یہ حیا کے پیش نظر فوراً اٹھتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کوئی بات نہیں۔ اپنی جگہ پر ہی لیٹے رہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تم نے مطالبہ کیا ہے اس سے بہتر نہ بتاؤں۔'' ہم نے عرض کی ضرور بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں وہ کلمات بتاتا ہوں۔'' جو مجھے حضرت جبریل علیہ السلام نے سکھائے ہیں، ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، اور دس مرتبہ الحمد للہ، اور دس مرتبہ ہی اللہ اکبر کہا کرو۔ اور سوتے وقت جب تم بستر پر جگہ پکڑو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہو، اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہو۔ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! جب سے یہ کلمات مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں۔ میں نے انہیں پڑھنا نہیں چھوڑا۔ [1]

---

[1] بخاری۔ مسند۔ کتاب فضائل الصحابہ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ (۳۷۰۵)۔

تم مجھے سب سے پہلے ملو گی

رسول اکرم ﷺ سیدہ محترمہ کی وجہ سے غضبناک ہو جایا کرتے تھے۔ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے، ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ منبر پر جلوہ گر ہوتے ہیں اور فرمایا: ''بنو ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ یہ اپنی بیٹی، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیاہنا چاہتے ہیں۔ میں اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ میرا انکار ہے۔ ہاں اگر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں۔ پھر اس سے نکاح کر لیں۔'' پھر فرمایا:

فَإِنَّهَا بَضْعَةٌ مِّنِّيْ يُرِيْبُنِيْ مَا رَابَهَا وَيُؤْذِيْنِيْ مَا آذَاهَا. ①

''سیدہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہیں۔ جو چیز انہیں بے چین کرے وہ مجھے بھی بے قرار کرتی ہے۔ اور جو چیز ان کے لیے اذیت کا باعث ہے۔ وہ مجھے بھی اذیت ناک کرتی ہے۔''

سردار امم آخری مرض میں ہیں حضرت سیدہ محترمہ اپنے باپ کے گھر آتی ہیں اور خوب روتی ہیں اور پھر مسکراتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں اس وقت رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھی تھی۔ حضرت سیدہ محترمہ آتی ہیں۔ ان کی چال و رفتار بعینہ رسول اکرم ﷺ کی سی تھی۔

آپ فرماتے ہیں:

مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ!

بیٹی کو خوش آمدید کہتا ہوں! جی آیاں نوں!

---

① ترمذی فی المناقب باب ماجاء فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا.

اور انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا۔ اور آہستہ سے بات کی تو یہ رونے لگیں۔ پھر آہستہ سے کچھ کہا تو یہ ہنسنے لگیں۔

میں نے کہا فاطمہ! اتنی زیادہ رونے کے ساتھ ہی ہنسی میں نے نہیں دیکھی رسول اکرم ﷺ نے تم سے کوئی خاص بات کی ہے۔ مجھے بھی بتاؤ۔ کہا: ''میں رسول اکرم ﷺ کے راز کو ظاہر نہ کروں گی۔''

جب رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو میں نے محترمہ سیدہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس وقت مجھ سے کہا تھا: ''حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن پاک کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے۔ اس سال وہ آئے ہیں تو انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرا وقت موعود آن پہنچا ہے۔ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں۔'' پھر فرمایا:

وَاَنْتِ اَسْرَعُ اَهْلِيْ بِيْ لُحُوْقًا.

''اور تم میرے گھر والوں میں سے مجھے سب سے پہلے ملوگی۔''

پھر جب آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوْنِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ.

''کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ اس امت یا اس کائنات کی خواتین کی جنت میں سردار بنو؟''

تو پھر میں مسکرائی۔ ①

اس کے چھ ماہ بعد محترمہ سیدہ رضی اللہ عنہا جو کہ اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔ اہل جنت کے سردار باپ سے جا ملیں۔

ایک قول تین ماہ بعد کا بھی ہے۔ مگر چھ ماہ والی بات زیادہ مشہور ہے۔

---

① بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ ۴۴۴۳.

5 حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

اس امت کی خواتین کی سردار ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں:

- ''میری اس اہلیہ کا اللہ نے مجھے اس سے بہتر بدل نہیں دیا۔''
- ''وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا انکار کیا۔''
- ''انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی، جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا....''
- ''انہوں نے اس وقت مجھ پر مال نچھاور کیا جب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا۔''
- ''ان سے میری اولاد ہوئی جبکہ میری دیگر بیویاں اولاد سے محروم رہیں......''
- ''یہ کون کہہ رہے ہیں؟ اور کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟''

یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے لیے خراج تحسین کے طور پر ادا کیے تھے۔

باوفا بیوی

اب ہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کیسے جنتی ہوئیں اور اس کا آغاز ہم اس سے کریں گے کہ یہ اس وقت جنت کی مستحق قرار پائی تھیں۔ جب اپنے سرتاج اور خاوند حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی تھیں یہ عظیم کامیابی اور سرفرازی سے بہرہ ور ہوئیں، اور یہ پہلی مسلمان خاتون ہیں۔

سب سے پہلا موقع جس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شرافت و وفاداری، حکمت و بردباری اور عقل وفکر کی مضبوطی اور راستبازی نمایاں ہو کر جلوہ گر ہوئی، وہ وہ دن ہے جب حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تھی۔

ہم یہ قصۂ حقیقت افروز ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان

کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں:

سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا تھا۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی مانند نمودار ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ خلوت وتنہائی پسند ہو گئے۔ آپ کئی کئی راتوں کی عبادت گزاری کے لیے کوہِ حراء کی غار میں خلوت گزیں ہو کر مصروفِ عبادت رہتے تھے۔ گھر نہ آتے تھے۔ جب آتے تو اتنی مدت کے لیے توشہ کہ لے جاتے جتنی عبادت کرنا ہوتی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور کھانا لے کر پھر غار حراء میں چلے جاتے۔

آپ ﷺ غارِ حراء ہی میں تھے کہ آپ کے پاس حق کی آمد ہوئی، فرشتہ آیا اور کہا پڑھو! کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''فرشتے نے مجھے پکڑا اور سختی سے بھینچا۔ حتیٰ کہ مجھے کافی تکلیف ہوئی۔'' پھر مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا: ''پڑھو۔ میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں''۔ دوسری مرتبہ پھر پکڑا اور بھینچا۔ مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر چھوڑا۔ اور کہا: پڑھو! تیسری مرتبہ پھر دبایا۔ اور مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا پڑھو! میں نے کہا، کیا پڑھوں کہا پڑھو:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾

''اپنے اس رب کے نام کے ساتھ پڑھو جس نے پیدا کیا۔ حتیٰ کہ مَالَمْ يَعْلَمْ تک پہنچ گئے۔

اب رسول اکرم ﷺ واپس لوٹتے ہیں اور کندھوں کے درمیان والا گوشت خوف سے لرز رہا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے ہیں اور فرماتے ہیں: زَمِّلُوْنِىْ زَمِّلُوْنِىْ مجھے چادر اڑھا دو۔

اب خوف دور ہوا، تو کہا: يَاخَدِيْجَةُ مَالِىْ. اے خدیجہ! مجھے کیا ہوا؟ انہوں نے کہا، کیا ماجرا ہے۔ تو آپ نے ساری بات بتائی اور کہا: خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِىْ. مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ آپ خوش ہوں۔

فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا. اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ.

''واللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمندہ نہ ہونے دیں گے، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کے عادی ہیں، جو تھکا ماندہ ہو اس کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ فقیر سے تعاون کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثاتِ زمانہ اگر کسی پر آئیں تو اس کے مددگار ہوتے ہیں۔''

اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر، ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس آتی ہیں۔ جو ان کے چچا کے بیٹے تھے۔

یہ جاہلیت میں عیسائی آدمی تھے۔ یہ عربی کتاب لکھتے تھے۔ انجیل کو عربی میں لکھا کرتے تھے۔ یہ ایک بوڑھے آدمی تھے۔ اور نابینا ہو چکے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے سے سنو کیا کہتے ہیں۔ ورقہ نے کہا: بھتیجے! تمہیں کیا نظر آتا ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بتا دیا۔ ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔

کاش! میں اس وقت نوجوان ہوتا۔ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا۔ جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ.

''کیا یہ مجھے نکال دیں گے؟''

ورقہ نے کہا: ہاں! جو آدمی بھی آپ کی مانند چیز لے کر آیا ہے تو اس سے لوگوں نے عداوت کا اظہار کیا ہے۔ اگر میں اس دن موجود ہوا تو تمہاری مدد ضرور کروں گا، پھر کچھ دیر بعد ورقہ وفات پا گئے۔ اور معمولی وقفہ کے لیے وحی رک گئی۔ [1]

[1] بخاری ج ۱ ص ۳ کتاب بدئ الوحی مسلم ج ۱ ص ۳۷۹ باب بدء الوحی.

باوفا بیوی ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ محنتوں اور سختیوں میں دست و بازو بن کر تعاون کرتی ہے۔ پیکرِ صبر ہو جاتی ہے۔ اور دلاسہ وتسلی دلاتی ہے۔ دلیری اور خوشخبری سے شادکام کرتی ہے۔ یہ ابتلاء و آزمائش کو رحمت میں تبدیل کر دیتی ہے اور شقاوت و بدبختی کو سعادت وخوش بختی میں ڈھال دیتی ہے اور تنگی کو آسانی میں پلٹ دیتی ہے۔ اور پریشانی کو کشادگی میں اتار دیتی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خوشی سے جھوم جایا کرتی تھیں اور قرآن سن کر کہتی تھیں۔ اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں کتنی زیادہ شیرینی ہے اور یہ کتنا حسین کلام ہے۔ یہ کسی بشر کی بات نہیں بار بار سنتیں اور جھومتی تھیں۔ اور اپنے دل میں اللہ کی راہ میں جہاد کی قوت کو مستعد پاتی تھیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی بشارتیں دیا کرتی تھیں۔ اور فضل الٰہی کی مبارک بادیں دیتی تھیں۔ اور اپنی جان اور مال اللہ کی راہ میں نچھاور کر رکھا تھا۔

اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن دعوتِ اسلام میں آپ کا دست وبازو بن جاتی ہیں، اللہ کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کثرت سے خواتین آتی ہیں اور وحی کے متعلق جو خبر پھیلی تھی اس بارے میں پوچھتی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انہیں سارا واقعہ سناتی ہیں۔ اور بیوی کی حیثیت سے اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ نہایت ہی راز داری اور مکمل سکون کے ساتھ ہو رہا ہے۔

اب وحی کے نزول کا آغاز تو ہو چکا تھا۔ یہ بھی ایک محنت طلب مرحلہ تھا۔ اس کے بعد ایک اور محنت کا آغاز ہوا کہ کچھ وقفہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول رک گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت غم واندوہ اور قلق واضطراب کا شکار ہوئے۔

اب بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پہلو میں کھڑی نظر آتی ہیں۔ آپ کو دلیری دیتی ہیں۔ اور حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ آپ کی دلی ڈھارس بندھاتی ہیں۔ کہہ رہی ہیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! غمگین نہ ہونا کوئی سختی ایسی نہیں جو نہ ٹلے، ضرور ٹلے گی، ہر تنگی کے بعد آسانی آیا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ جو اس کا

ارادہ ہے۔ وحی آتی ہے:

﴿ وَالضُّحٰى ○ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ○ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾

[الضحٰی: ۱ تا ۱۱]

''قسم ہے۔ چاشت کی اور رات کی جب یہ اندھیرا کرتی ہے۔ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ہے۔ اور البتہ دوسری حالت تیری پہلی حالت سے بہتر ہے۔ اورعن قریب تجھے تیرا رب وہ کچھ دے گا کہ تو راضی ہوگا۔ کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی۔ اور تجھے بھٹکا ہوا پایا راہنمائی کی۔ تجھے محتاج پایا اس نے مالدار کر دیا۔ لیکن یتیم پر مت سختی کر۔ اور سائل کو مت جھڑک۔ اپنے رب کی نعمت بیان کر۔''

مظلوموں کی دادرسی کا جذبہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تیسرا محنت طلب عمل یہ کیا جو کہ تمام محنتوں سے مشکل ترین تھا۔ اس محنت نے ہر جگہ اپنے دانت جمار کھے تھے۔ وہ یہ تھی کہ جو مسلمان دین کی خاطر کفار کی سنگدلی اور ظلم وستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے، اور مجبور ولاغر پس رہے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس بارے میں فکرمند تھیں کہ میں کیا کر سکتی ہوں اور یہ مشکل کیسے حل کروں؟

آپ رضی اللہ عنہا یہی کر سکتی تھیں کہ ان ناتوانوں کی اپنے مال کے ساتھ مدد کریں۔ کیونکہ کافروں نے انہیں منتشر کر رکھا تھا، اور محنت ومزدوری بھی نہ کرنے دیتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اپنے مال کے ذریعہ ان غلاموں کو آزاد کرائیں، جو صبح وشام کفار کی قسما قسم کی تکالیف کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کا قصور یہی تھا کہ وہ بتوں کو نہیں مانتے۔

اور صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

انہوں نے یہ لازم کر لیا کہ مظلوم کی غمگساری کریں گی، بھوکوں کو کھانا کھلائیں گی، یہ پہلے بھی کرتی تھیں۔ مگر اب اس کار خیر کی انجام دہی پہ زیادہ ہی متوجہ ہو گئیں۔ اب ان کا گھر مصیبت زدگاں، اور خوف و ہراس کے شکار لوگوں کی پناہ گاہ تھا۔ ہر بے آسرا یہاں پناہ لیتا، اور ہر بھوکا کھانا کھاتا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس جہاد میں دل کھول کر حصہ ڈال رہی تھیں۔ یہ جہاد جتنی شدت اختیار کرتا جاتا تھا۔ ان کی فرحت و مسرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس جہاد میں برکت ڈالیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا خراج عقیدت

حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن اٹھائے تشریف آور ہیں جس میں کھانا اور سالن ہے۔ اور پانی ہے۔ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہیں میرے رب اور میری طرف سے سلام کہیں۔''①

آہ! یہ کتنا عظیم شرف ہے کہ رب کائنات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتا ہے۔ اور اس شرف و رفعت کو اس وقت چار چاند لگ جاتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی مکرم و محترم کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:

بَشِّرْ خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ. ②

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوش کن بات بتا دو کہ ان کے لیے جنت میں ایک ایسا گھر ہے جو صرف ایک موتی سے تیار ہوا ہے اس میں اتنا سکون ہوگا نہ تو شور و شغب ہوگا نہ ہی کبھی تھکاوٹ محسوس ہوگی۔''

① بخاری کتاب فضائل الصحابة (۲۸۲۰). مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل خديجة (۶۲۷۳). ② احمد ج ۴ ص ۳۵۵.

ماشاء اللہ! قارئین خواتین! ذرا غور فرمائیں ایسا محل جو ایک موتی کے پیٹ میں تیار ہوگا۔ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں ہوگا۔ ہاں، ہاں، ایسی خاتون کی یہی جزائے خیر ہونی چاہیے، جو اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لاتی ہے۔ جب لوگوں نے کفر کیا تھا۔ یہی عظیم صلہ ہونا چاہیے اس عورت کا جب لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دیا تو اس نے ٹھکانہ مہیا کیا۔

یہی اس خاتونِ باوفا کا مقام ومرتبہ ہونا چاہیے جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حق سے بھی محروم کر رہے تھے۔ اور یہ سارا مال آپ پر قربان کر دیتی ہے۔ یہی بے مثال گھر ہونا چاہیے اس خاتونِ جنت کا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے نوازا۔ یہی اجر ہونا چاہیے اس جانثار خاتون کا جس نے اپنا مال وجان جہاد کی نذر کر دیا۔

تجھے ہم نے یادگار بنا دیا

یہی خوبیاں تھیں جن کی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کے بعد اکثر یاد فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے سب سے زیادہ اس وقت غیرت آتی تھی اور کبھی کسی عورت کے تذکرہ پر نہیں آتی تھی۔ جتنی زیادہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر پر آتی۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت زیادہ یاد کیا کرتے تھے۔

گرچہ رہا میں رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیری یاد سے غافل نہیں ہوں میں

والا معاملہ تھا۔ حالانکہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی ہوئی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات تین برس پہلے ہو چکی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک انہیں نہیں بھولے تھے۔ انہیں یاد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد جیسی نعمت سے نوازا تھا۔

اے ہماری ماں! تمہیں بہشت بریں کے دائمی باغات مبارک ہوں۔ اور مبارک ہو، آپ کو اس ایک موتی سے تیار محل کے جس میں تم آرام فرما ہو۔

6 خاتونِ جنت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

اب ہم اپنے ان صفحات کی زینت، جس پیکرِ علم خاتون کے مناقب وفضائل کو بنانے والے ہیں، اور جس کے عروسی محاسن سے ہم اپنے بیان کو مطلع انوار بنا کر سجانے والے ہیں۔ وہ خاتونِ جنت اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو خود کہتی ہیں، حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے بعد مجھے نو (۹) اعزازات بخشے گئے ہیں:

① حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی ہتھیلی پر میری صورت رکھی اور نازل ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ان سے شادی کرو۔
② آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے میں ہی دوشیزہ ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بیوی دوشیزہ نہ تھی، سب شوہر دیدہ تھیں۔
③ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا۔
④ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر میرے گھر میں ہے۔
⑤ میرے گھر کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہے۔
⑥ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ اوّل اور دوست کی بیٹی ہوں۔
⑦ ظالموں نے مجھ پر الزام تراشی کی تو میرا عذر آسمان سے اترا تھا۔
⑧ میں پاکیزہ پیدا ہوئی اور پاکیزہ شخصیت کے پاس رہی۔
⑨ مجھ سے مغفرت اور اچھے رزق کا وعدہ کیا گیا ہے۔[1]

ان سب سے بڑھ کر وہ یکتائے روزگار تمغہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا ہے:

---

① سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۴۱، اسنادہ جید (ذھبی)

وَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.①

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں پر ایسے ہی برتری حاصل ہے جیسے ثرید کھانے کو تمام کھانوں پر ترجیح ہے۔''

نوٹ: (۱) ثرید وہ کھانا ہے، جو روٹی کے ٹکڑے گوشت کے شوربا میں ڈال کر کھاتے ہیں۔عربوں کے ہاں یہ لذیذ ترین کھانا تھا۔

(۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبوب ترین بیوی قرار دیا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل کے غزوہ میں امیر لشکر بنا کر بھیجا، جب میں واپس آیا تو میں نے عرض کی آپ کو تمام لوگوں سے بڑھ کر کس سے محبت ہے۔فرمایا:''عائشہ سے!'' میں نے عرض کی۔مردوں میں سے سب سے زیادہ کس سے پیار ہے۔فرمایا:''عائشہ کے ابا سے!'' آپ نے پھر ترتیب وار کچھ افراد کے نام لیے۔تو میں خاموش ہو گیا۔خوف یہ تھا کہ مجھے سب سے آخر ہی میں شمار نہ کر دیں۔②

جبریل علیہ السلام کہتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامُ.

''اے عائشہ! یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں۔''

میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ وہ دیکھتے ہیں۔جو ہم نہیں دیکھتے۔③

---

① بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل عائشة (۳۷۶۹).

② بخاری، کتاب فضائل الصحابة باب لو كنت متخذا (۳٦٦٢).

③ بخاری، کتاب فضائل الصحابة باب فضل عائشة (۳۷٦٨).

یعنی آپ پر وحی آتی ہے آپ کو اس کے ذریعہ پتہ چل جاتا ہے۔ ہمیں تو آپ بتائیں تو پتہ چلتا ہے۔

دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں

عبداللہ بن زیاد اسدی کہتے ہیں جب حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بصرہ آئے۔ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہم کو کوفہ میں ہمارے پاس بھیجا۔ یہ دونوں منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ منبر کی اوپر والی جانب بیٹھ گئے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نچلی سطح پر تھے۔

ہم حاضر ہوئے تو میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سنا وہ کہتے ہیں: واللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں۔ وہ تشریف لائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمایا ہے۔ وہ جنگ بندی کا کہنے آئی ہیں۔ تم ان کی مانتے ہو یا نہیں یا وہ تمہاری مانتی ہیں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی پر اعتراض کا جواب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے لیے ان کے گھر آتے جاتے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کے معاملات میں مشورہ طلبی کے لیے ان کے ہاں جاتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی بچی تھیں۔ اتنی چھوٹی عمر کی بچی سے کوئی بھی نکاح کی رغبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں اس عمر کی لڑکی خدمت کیا کرے گی وہ تو خدمت کرواتی ہے۔

---

① كتاب فضائل الصحابة، باب فضل عائشة (٣٧٧٢).

آپ ﷺ کا ان سے شادی کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے دستِ راست اور وزیر اوّل سے ربط رہے۔

رسول اکرم ﷺ اپنی نفسانی اغراض اور شہوانی معاملات کی بناء پر شادی نہ کرتے تھے۔ آپ کی شادی کی غرض و غایت بھی دعوتِ اسلامی کی خدمت تھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ کو کیا ضرورت تھی کہ آپ ایک بچی سے شادی کرتے ہیں۔ اور کبھی کسی عمر رسیدہ عورت سے نکاح کرتے ہیں۔

حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنھن یہ سب عمر رسیدہ تھیں۔

اگر نبی اکرم ﷺ شہوت رانی کے ارادہ سے نکاح کرتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا کی وفات کے بعد جلد ہی دوسری شادی کر لیتے اور ان عمر رسیدہ خواتین کی بجائے شادی کے لیے آپ نوخیز خوبرو جوان عمر بیویوں کا انتخاب کرتے۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نو سے زائد (گیارہ) بیویوں سے بیاہ کرایا، اور چلو بطور فرض ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں شہوت کے لیے نکاح کیا تھا۔ جبکہ آپ دس مردوں کی قوت رکھتے تھے[1] تو اس کے باوجود تقریباً مذکورہ تعداد کی عورتوں سے نکاح کیا تھا اس کے باوجود آپ ﷺ پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ کیونکہ آپ ﷺ سے قبل۔ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک سو عورتوں سے شادی کی تھی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے لونڈیوں اور آزاد عورتوں کو شمار کریں تو ایک ہزار تعداد بنتی ہے جن سے نکاح کیا۔[2]

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی چار چار عورتوں سے شادی کی تھی۔[3] ثابت ہوا یہ کوئی عیب والی بات نہیں یہ انبیائے کرام کی فطرت ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں اور اس میں حق بجانب ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جس

---

① مؤلف کے اس قول کے متعلق ہمارے علم میں کوئی صحیح روایت ثابت نہیں۔ (حاصلپوری)

② سلاطین (۳/۱۱)۔ ③ رحمة للعالمین (۲/۱۵۵)۔

عورت سے بھی شادی کی ہے وہ نفسانی شہوت کے پیش نظر نہ تھی۔ بلکہ شرعی مصلحت کے مطابق کی تھی۔

تفصیل سماعت فرمائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص تعلق کی بناء پر کی تھی کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے وزیر اول تھے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو یہ آپ کے وزیر ثانی تھے۔ اس وابستگی کی بناء پر یہ شادی کی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا خاوند وفات پا چکا تھا۔ ان کے معاملہ کا انتظام کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔ ①

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو اس کی وجہ تھی اس شادی کے ذریعہ یہ جواز پیدا کرنا تھا کہ متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کی مطلقہ بیوی سے نکاح ہوسکتا ہے۔ ان مشرکوں کے نظریہ کا رد کرنا تھا جو منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے سے منع کرتے تھے۔

اور حضرت صفیہ بنت حُیَیّ سے شادی کی مصلحت یہ تھی کہ اس میں سیاسی طور پر اچھے اثرات پڑے تھے۔ وہ سیاست یہ تھی کہ یہودیوں کو قریب کرنا مقصد تھا۔ اور انہیں اسلام لانے کی ترغیب دلانا مطلوب تھی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی اس لیے کی تھی کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اسلام کی ترغیب دی تھی۔ اور ایک یہ بات بھی تھی کہ ان کا خاوند عیسائی بن چکا تھا۔ اور اسلام ترک کر دیا تھا۔ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کفر کے مرکز تھے۔ اسے توڑنے کے لیے آپ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی اس لیے کی کہ ان کے معاملہ کے ذمہ دار بن جائیں اور ان کے یتیم بچوں کی نگہداشت کرسکیں۔

---

① نیز امتیوں کو یہ درس دینا تھا کہ کسی بیوہ/مطلقہ کے ساتھ شادی کرنا اور کسی بے سہارا کا سہارا بننا کوئی عیب نہیں۔ (محقق)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح صلہ رحمی کے لیے کیا تھا۔

اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی سیاسی مصلحت کے تحت تھا۔

اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ان کی عظمتِ شان اور معاملات کی رعایت کے پیش نظر کیا تھا۔

مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں کروائی گئی ہیں۔ آپ نے کی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے شادی کی تھی۔ آپ نے جو شادی بھی کی امر الٰہی سے کی اور جس سے انکار کیا وہ بھی حکم الٰہی سے کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی تفصیل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابھی شادی نہ ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر آپ کو مشاہدہ کرائی گئی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اے عائشہ! تم مجھے خواب میں تین راتیں دکھائی گئی ہو۔''

هٰذِهٖ اِمْرَأَتُكَ.

''یہ تمہاری بیوی ہے۔''

جب میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا اٹھایا۔ تو اس میں تم ہی تھیں۔ میں نے کہا تھا: ''یقیناً یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تو یہ ہو کر رہے گا۔''[1]

دوسری روایت میں ہے جبریل علیہ السلام سبز ریشم میں لائے تھے اور کہا تھا یہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہے۔[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے وقت اپنی عمر بتاتی ہیں کہ جب مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی میری عمر چھ برس تھی۔ اور آپ کے ہاں جب میری رخصتی ہوئی تو

---

(1) بخاری ج ۷ ص ۱۷۵۔ مسلم ۲۴۳۸۔ ابن سعد ج ۸ ص ۵۱۔

(2) صحیح ترمذی ۳۸۸۰۔

میں نو برس کی تھی۔ اور میرے گردن تک بال تھے۔ اور میں کھٹولی میں کھیلتی تھی۔ جب آپ ؐ کے ہاں رخصتی کا دن تھا تو میں کھیل رہی تھی۔ مجھے تیار کیا گیا، اور رخصتی ہوئی۔ ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود ہی اپنی شادی کے مہینہ کی حد بندی کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں:
رسول اکرم ﷺ نے جب مجھ سے شادی کی تو ماہ شوال تھا۔ اور جب میری رخصتی ہوئی تو تب بھی ماہ شوال تھا۔ لوگ اس ماہ کو منحوس کہتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتی ہوں، رسول اکرم ﷺ کے ہاں مجھ سے بڑھ کر اور کون خوش نصیب تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت پسند کیا کرتی تھیں کہ ان کے خاندان کی عورتیں خاوندوں پر ماہ شوال میں ہی داخل ہوں۔ ②

نبی اکرم ﷺ، ہر لحاظ سے بہترین خاوند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح پیش آتے تھے۔ جس طرح بچوں سے معاملہ کیا جاتا ہے۔ بڑی بیویوں کی طرح پیش نہ آتے تھے۔ آپ ﷺ ان سے دل لگی کرتے تھے۔ دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے۔ ان سے مزاح کرتے تھے۔ خوش طبعی کرتے تھے۔ اور لطف و کرم سے پیش آتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں کھلونوں سے کھیلا کرتی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں رسول اکرم ﷺ کے پاس جا چکی تھی۔
میری سہیلیاں میرے پاس آتی تھیں اور وہ رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے شرما جاتی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ مجھے ان کے پاس بھیج دیتے کہ میں ان کے ساتھ کھیلوں۔ ③

اس حدیث کا مطلب ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ جسمانی طور پر بچوں کی مانند کھیلتی تھیں۔ جب رسول اکرم ﷺ ان کے پاس آتے تو وہ سہیلیاں آپ ﷺ سے حیاء کرتے ہوئے چھپ جاتی تھیں۔ لیکن آپ نرمی اور رحمت کرتے ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ انہیں کھیلنے کے لیے بھیج دیتے۔

رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یادگار واقعات تو بے شمار

---

① ابو داؤد کتاب الادب (۴۹۳۵) طبقات ج ۸ ص ۴۷۔

② ابن سعد ج ۸ ص ۴۷ ③ مسلم کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل عائشۃ۔

ہیں۔ اگر مکمل طور پر بیان کریں تو گفتگو بہت ہی طویل در طویل ہو جائے گی۔ ہم یہاں صرف دو واقعات بیان کرتے ہیں۔ جو یادگار حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ اور جن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شرف و فضل جھلکتا ہے۔

(۱) واقعہ: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا ایک یادگار موقف یہ ہے کہ انہوں نے دنیا اور اس کی زیبائش پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کیا۔

وضاحت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دربان سے کہتے ہیں۔ میرے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے لیے آپ سے اجازت مانگی ہے۔ مگر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں منبر تک پہنچا، اور وہاں بیٹھ گیا، منبر کے قریب ایک گروہ ہے جو بعض تو ان میں سے رو رہے ہیں۔ اور بعض غم سے نڈھال ہیں۔ میں کچھ دیر بیٹھا۔ لیکن مجھے چین نہ آیا۔ میرا غم مجھ پر غالب آ رہا تھا میں پھر غلام کے پاس آیا جو کہ دربان تھا۔ میں نے کہا میرے لیے اجازت مانگو، پھر وہی جواب میں پھر واپس پھر گیا، تو وہ غلام مجھے بلاتا ہے۔ اور کہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی ہے اندر چلے جائیں۔

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا ہوں اور سلام عرض کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تنکوں کی چٹائی پر ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ جس کے نشانات آپ کے پہلوئے بدن پر اثر انداز تھے۔

میں نے گزارش کی اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ آپ نے میری طرف سر اقدس اٹھا کر دیکھا۔ اور کہا۔ نہیں طلاق نہیں دی۔

میں نے اللہ اکبر کہا۔ اور بات شروع کی۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم

گروہ قریش عورتوں پر ہمارا دبدبہ تھا۔ جب ہم مدینہ میں آئے، تو یہاں ہم نے وہ لوگ پائے جن کی عورتیں ان پر غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان سے سبق سیکھ لیا۔ ایک دن میری بیوی نے مجھ سے تکرار کی تو میں سخت غصے ہوا کہ تم تکرار کرتی ہو۔ وہ کہنے لگی۔ میں کیوں نہ تکرار کروں۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ کی بیویاں بھی آپ سے تکرار کرتی ہیں۔ اور پورا پورا دن آپ سے بول چال ہی بند رکھتی ہیں۔

میں نے کہا: جو بھی ایسا کرتی ہے۔ وہ تو ناکام ہوئی اور گھاٹا میں پڑی انہیں ڈر نہیں آتا کہ کہیں اپنے رسول ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہی ان پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور وہ ہلاکت میں گر جائے۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ مسکراتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ!) حفصہ سے ملاقات ہوئی ہے تو میں نے اس سے کہا ہے۔ اپنی سوتن اور سہیلی عائشہ رضی اللہ عنہا سے متاثر ہو کر کسی دھوکہ میں نہ رہنا، یہ تم سے زیادہ خوبتر ہے اور رسول اکرم ﷺ کی محبوب تر ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ دوبارہ مسکرائے۔

میں نے بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں بیٹھ گیا۔ میں نے خانۂ نبوت میں نظر دوڑائی۔ واللہ! مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ صرف چمڑے کی تین مشکیں تھیں۔

میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول (ﷺ)! دعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر مالی کشادگی کر دے۔ فارس و روم جو کہ اللہ کی عبادت کے منکر ہیں۔ ان پر کتنی زیادہ مالی فراوانی ہے۔

یہ سن کر آپ ﷺ! سیدھے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر کہا:

اَفِیْ شَكٍّ اَنْتَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ.

''اے خطاب کے فرزند! تم شک میں پڑے ہو۔''

یہ وہ لوگ ہیں جن کی سہولتیں انہیں دنیا کی زندگانی میں ہی عطا کر دی گئی ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اس کوتاہی پر میرے لیے استغفار کیجئے۔

نبی اکرم ﷺ نے قسم اٹھائی تھی کہ میں بیویوں سے ایک ماہ تک نہ ملوں گا۔ ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اکرم ﷺ کو بیویوں کے بارے میں اختیار دیا۔ تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مجھ ہی سے ابتداء کی تھی۔ کہا:

إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَّكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَّا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَامِرِيْ أَبَوَيْكِ.

''میں تم سے ایک کام کا ذکر کرنے والا ہوں۔ جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلو۔ اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا۔''

اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''ان سے کیا پوچھوں۔ وہ مجھے آپ سے جدائی کا حکم نہیں دیں گے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا...الخ ﴾

[الاحزاب : ۲۸]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو، اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں آزاد کر دیتا ہوں۔''

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس بارے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کیا کروں گی۔ میں تو اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو پسند کرتی ہوں۔ رسول اکرم ﷺ کی دیگر بیویوں نے بھی میری طرح ہی کیا تھا۔ ②

اختیار کے معاملے کی وضاحت اللہ عزوجل نے یوں فرمائی ہے۔ آیت کا کچھ حصہ تو اوپر درج ہے۔ فرمایا:

﴿ فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ

---

① مسلم کتاب النکاح، باب بیان ان تخییرہ امرأتہ لایکون طلاق الا بالنیۃ.

② بخاری کتاب التفسیر. تفسیر سورت احزاب (۴۷۸۶).

وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

[الاحزاب: ۲۸۔۲۹]

''پس آؤ میں فائدہ دیتا ہوں اور تمہیں اچھے انداز پر چھوڑتا ہوں۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول۔ اور آخرت کے گھر کا ارادہ کرتے ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جو نیکوکار ہیں ان کے لیے عظیم اجر ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا کی بھوک پر صبر کرتی ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک حیات بن جاتی ہیں۔ عظیم مادی مشقت اٹھاتی ہیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل ان کی قوتِ ایمانی پر دلالت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، اور آخرت کے گھر کی خاطر زندگی کی پر تھکن آزمائشوں پر صبر کرتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک ماہ یا دو ماہ گزر جاتے تھے کہ ہمارے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ کہا کھجور اور پانی پر گزرا کرتے تھے۔ ①

واہ! سبحان اللہ!

ایک یا دو ماہ گزر جاتے ہیں اور کھانا صرف کھجور اور پانی ہے۔ نہ گوشت ہے۔ نہ کھانے کو روٹی ہے۔ اور نہ ہی اشتہاء انگیز کھانے ہیں کتنی سادہ گزران تھی۔

(۲) یادگار واقعہ

یہ ایک عظیم حادثہ ہے۔ اور بہت بڑی مشکل ہے جسے حل کرنے کی ذمہ داری خود رب کائنات نے لی ہے۔ یہ ان پر جھوٹ باندھنے کا طوفان ہے۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری روشن دماغی سے اس سے سرخرو ہوتی ہیں۔ اور پیکر صبر و شکیبائی بن جاتی ہیں۔ اور اس ابتلاء و آزمائش سے ایمان کا کندن بن کر نکلتی ہیں۔ اور حسن اخلاص کے مقام اعلیٰ پر

① بخاری.

فائز نظر آتی ہیں۔ لباس اور قلب و بدن میں صفائی کا بلند معیار قائم کرتی ہیں۔

ہر ایمان سے وابستہ خاتون کو اس یادگار موقف کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ تاکہ ازدواجی، خاندانی، اجتماعی، اقتصادی اور اخلاقی مشکلات کی تاریکی میں اسے مشعل راہ بنائیں۔

اے میری اسلامی بہنو! بردبار بن جاؤ، تقویٰ شعار بن جاؤ، پاکیزہ اطوار بن جاؤ، اور صاف کردار بن جاؤ۔ راست گفتار ہو جاؤ، صدیقہ کردگار ہو جاؤ۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مانند صابرہ و متصدقہ بن جاؤ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات، پیکر شرافت، اور زندگی کی کہکشاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کتنے ہی خوبصورت انداز پر اپنی یہ داستان غم سناتی ہیں۔

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ارادۂ سفر فرماتے تو ساتھ لے کر جانے کے لیے بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا اسے سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے۔

۵ ہجری ماہ شعبان تھا۔ غزوۂ مریسیع یا غزوۂ بنو المصطلق میں جانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا، تو ساتھ جانے کے لیے میرا نام نکلا، میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ سفر ہوئی، یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے۔

میں اپنے ہودج (چھولداری) میں سوار ہوتی تھی۔ اور اس سے ہی نیچے اترتی۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس مدینہ کی طرف لوٹے تو اس کے قریب ہی ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا اعلان کیا تو میں حاجت کے لیے لشکر کے قریب سے گزر کر چلی گئی، جب میں فراغت کے بعد اپنی سواری کی جانب آئی تو میں نے سینہ پر ہاتھ مارا تو میرا ہار نہ تھا۔ وہ گر گیا اور گم ہوگیا، میں واپس اسے تلاش کرنے گئی۔ مجھے وہیں دیر ہوگئی، تلاش کرتی رہی۔ اور جس گروہ کی ذمہ داری تھی مجھے سوار کرے انہوں نے میرا ہودج اٹھایا، اور اونٹ پر باندھ دیا، انہوں نے سمجھا کہ میں اس میں بیٹھ چکی ہوں۔ چونکہ اس وقت عورتیں ہلکے بدن والی ہوتی تھیں،

پر گوشت نہ تھیں، بقدر ضرورت کھانا کھاتی تھیں۔

اس لیے وہ ہودج (پھولداری) کے ہلکا پن کو محسوس نہ کر سکے، اور انہوں نے ہودج اٹھایا اور چل دیئے ویسے بھی میں نوعمر لڑکی تھی اتنا وزن نہ تھا۔ بعد میں مجھے میرا ہار مل گیا۔ میں لشکر گاہ میں آئی تو نہ وہاں بلانے والا تھا۔ نہ ہی جواب دینے والا تھا۔ میں اپنی اسی منزل پر ٹھہر گئی میرا خیال تھا کہ جب وہ مجھے نہیں پائیں گے۔ اسی جگہ واپس آئیں گے۔ میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی کہ نیند کا غلبہ ہوا میں سوگئی۔

حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ، لشکر کے پیچھے ہوا کرتے تھے۔ یہ میری جگہ کے قریب آئے، انہوں نے دیکھا کہ کوئی انسان سویا ہوا ہے اس کا وجود ہے جب انہوں نے دیکھا تو مجھے پہچان لیا کیونکہ پردہ سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ انہوں نے پہچان کر افسوس کا اظہار کیا۔ ان کی آواز سے میں بیدار ہوگئی اور اپنی چادر سے میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ واللہ! انہوں نے کوئی بات نہ کی صرف اظہار افسوس کا کلمہ کہا اور بس۔

سواری بٹھائی اور سہارا دیا میں سوار ہوگئی، اور میری سواری پکڑ کر چلنے لگے۔

تقریباً دوپہر کا وقت تھا لشکر والے پڑاؤ ڈال رہے تھے۔ جب ہم لشکر سے آن ملے۔

بات اتنی سی ہے۔ مگر اس گرداب میں پھنس کر جس نے ہلاکت خیزی سے دو چار ہونا تھا وہ ہوا، اس طوفان کے برپا کرنے میں سب سے زیادہ حصہ عبداللہ بن ابی بن سلول کا تھا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرے تک یہ اطلاع آئی ہے کہ وہ اس فضول بات کی نشر واشاعت کرتا تھا۔ اور اس کی تائید کرتا تھا اور اس طوفان بدتمیزی کو غور سے سنتا تھا اور رنگ آمیزی کرتا تھا۔

حتیٰ کہ حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثاثہ، اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم بھی متاثر ہو گئے۔ اس طرح ایک جماعت تھی جو اس الزام تراشی کی مہم جوئی کرتی تھی۔

اس کے باوجود کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس پراپیگنڈا سے متاثر ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ ناپسند کرتی تھیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو گالی دی جائے۔ وہ کہتی ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں کہا ہے۔

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْکُمْ وَقَآءٌ

"بے شک میرا باپ، اور والدہ اور میری عزت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے سب کچھ قربان ہو جائیں تو پرواہ نہیں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بات سے بات ملاتے ہوئے فرماتی ہیں۔ ہم مدینہ منورہ میں آئے، تو میں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ اور لوگ ان طوفان باندھنے والوں کی باتوں میں مصروف تھے۔ مجھے کچھ علم نہ تھا۔ ایک بات سے مجھے شک ہوا کہ حالت بیماری میں میرے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو مہربانی اور دلی مدارات رکھتے تھے وہ نظر نہ آ رہی تھی۔

صرف اتنا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لاتے اور سلام کہتے۔ اور فرماتے کَیْفَ تِیْکُمْ تم کیسی ہو۔ اور واپس چلے جاتے۔

اس سے مجھے شک سا گزرتا کہ کچھ ہے۔ مگر مجھے اس شر و فتنہ کا علم نہ تھا جو میرے خلاف بپا تھا۔

میں حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں مناصع، جگہ کی جانب گئی۔ نقاہت و ناتوانی کافی ہو چکی تھی۔ یہ ہماری حاجت گاہ تھی۔ اور ہم صرف رات سے رات تک ہی جایا کرتی تھیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے گھروں میں ہم نے لیٹرینیں نہ بنائی تھیں۔ اور ہمارا طریقہ وہی پرانے عرب والا طریقہ تھا کہ ہم قریب گھروں میں حاجت گاہیں بنانا معیوب خیال کرتے تھے۔ اور اذیت سمجھتے تھے۔ ہم جنگل میں ہی حاجت کے لیے جاتے تھے۔

میں اور ام مسطح جا رہی تھیں۔ یہ ابو رُھم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں۔ اور ان کی ماں کا نام بنت صخر بن عامر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ ان کا بیٹا مسطح رضی اللہ عنہ تھا۔

جب ہم فارغ ہو کر واپس ہوئیں۔ ام مسطح کا پاؤں پھسلا۔ تو کہا: مسطح ہلاک

ہو گیا۔ میں نے ام مسطح سے کہا۔ تم نے بہت بری بات کی ہے۔ تم اس آدمی کو گالی دے رہی ہو جو بدر میں حاضر ہوا تھا۔

ام مسطح نے کہا: ارے تو نہیں جانتی۔ تو نے سنا نہیں جو اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا اس نے کیا کہا ہے۔ ام مسطح نے مجھے بتایا جو کہ طوفان باندھنے والے کہتے تھے۔

یہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہوا۔ جب میں واپس گھر لوٹی۔ تو رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے سلام کہا، اور حال دریافت کیا۔ میں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ماں باپ کے گھر چلی جاؤں۔ میرا ارادہ یہ تھا۔ کہ میں ان سے اس خبر بد کے متعلق یقین حاصل کرلوں رسول اکرم ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔

میں گھر گئی تو امی جان سے کہا: اے اماں جان! لوگ یہ کیا بیان کر رہے ہیں۔ امی جان نے کہا: بیٹی! بوجھ نہ لینا، ایک آدمی کے پاس خوبصورت بیوی ہو اور اس کی سوتنیں بھی ہوں تو ایسا اکثر ہو جایا کرتا ہے۔

میں نے کہا. سبحان اللہ! لوگ یہ بیان کر رہے ہیں۔ میں ان راتوں میں روتی رہی آنسوؤں کا سیلاب تھمتا نہ تھا۔ اور نہ ہی میں نے آنکھ لگا کر دیکھی تھی۔

رسول اکرم ﷺ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں۔ کیونکہ وحی تو آ نہ رہی تھی۔ ان سے مشورہ کیا۔ کہ گھر والی سے جدائی کروں یا کیا کروں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ میرے علم کے مطابق آپ کے گھر والے اس تہمتِ بد سے بری ہیں۔ اور سراپائے خیر ہیں۔

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے کوئی آپ کو تنگی نہیں دی ان کے علاوہ بھی عورتیں بہت ہیں۔ باقی لونڈی سے مزید پوچھ لیں وہ سچ بتائے گی۔

اب رسول اکرم ﷺ، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلاتے ہیں کہا: بریرہ! سچ بتاؤ۔ تم نے عائشہ کے بارے میں مشکوک معاملہ دیکھا ہو تو بتا دو۔ بریرہ نے کہا: واللہ! میں نے

کبھی کوئی ایسا کام نہیں دیکھا کہ میں بتاؤں۔ صرف اتنی بات ضرور ہے کہ عائشہ نوعمر بچی ہے۔ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے۔ بکری آتی ہے کھا جاتی ہے۔

اب رسول اکرم ﷺ منبر پر جلوہ گر ہوتے ہیں اور عبداللہ بن ابی کے ناروا سلوک کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:

اے مسلمانوں کے گروہ! اس آدمی کی خبر کون لیتا ہے۔ جس کی اذیت ناکی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اس نے میرے گھر تک وار کیا ہے۔ واللہ! میرے علم کے مطابق میری اہلیہ میں خیر ہی خیر ہے۔ اور جس آدمی کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ بھی سراپائے خیر ہے۔ وہ جب بھی میرے گھر آیا۔ وہ میرے ساتھ ہی آیا ہے۔ وگرنہ آیا نہیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کہ بنو عبدالاشہل قبیلہ کے تھے۔ کھڑے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! میں آپ کی یہ پریشانی دور کرتا ہوں۔ اگر یہ اوس قبیلہ کا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں میں سے ہے تو جو آپ حکم فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔

ادھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھتے ہیں یہ خزرج قبیلہ سے ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کے چچا کی بیٹی تھیں۔ یہ تھے تو صالح آدمی مگر جاہلی غیرت وحمیت میں آ گئے۔

انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو اسے قتل نہیں کر سکتا، اگر یہ تیرے قبیلہ سے ہوتا تو پھر تو اسے قتل کرنا پسند نہ کرتا۔

اب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اٹھتے ہیں۔ یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا کے بیٹے تھے۔ یہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں تو جھوٹ بولتا ہے۔ واللہ! ہم اسے ضرور قتل کریں گے، تو منافق ہے اور منافقوں کی حمایت میں لڑتا ہے۔

اب تو اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے درمیان تیزی آ گئی حتیٰ کہ لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اور رسول اکرم ﷺ ابھی منبر پر ہی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ انہیں نرم کرتے رہے حتیٰ کہ یہ خاموش ہو گئے۔ ادھر میری

حالت زار یہ تھی کہ مسلسل سیل اشک رواں ہے۔ تھمنے کا نام نہیں لیتا، اور نہ ہی میں نے سو کر دیکھا تھا۔ قریب تھا رو رو کر میرا جگر پھٹ جائے۔ میرے ماں باپ میرے پاس تھے۔ اور میں رو رہی تھی۔ انصار کی ایک خاتون نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اسے اجازت دی۔ وہ بھی میرے ساتھ روتی جا رہی ہے۔

ہماری یہ حالت تھی کہ رسول اکرم ﷺ داخل ہوتے ہیں۔ سلام کہتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ آپ اس طرح بیٹھے تھے۔ اس پریشانی کے عالم میں اس طرح نہ بیٹھے تھے۔

ایک ماہ گزر چکا تھا۔ میرے بارے میں کوئی وحی بھی نہ آ رہی تھی۔ اللہ کی توحید کی شہادت کہی اور تشریف فرما ہو گئے۔ اور کہا: ''اے عائشہ! تمہارے بارے میں یہ یہ بات میرے تک پہنچی ہے۔ اگر تم بری ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ بری کر دے گا۔ اگر کوئی کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرلو:

فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ ①

''بندہ جب اعتراف گناہ کرتے ہوئے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے جب اتنی بات کی تو میرے آنسو تھم گئے حتیٰ کہ میں نے ایک قطرہ تک نہ دیکھا۔

میں نے ابا جان سے کہا: جواب دو۔ انہوں نے کہا: واللہ! مجھے سجھائی نہیں دے رہا۔ میں کیا جواب دوں۔

پھر میں نے امی جان سے کہا: رسول اکرم ﷺ کو آپ جواب دیں۔ یہی جواب انہوں نے دیا۔

میں نوعمر بچی تھی۔ ابھی قرآنی معلومات زیادہ نہ تھیں۔ تاہم میں نے خود ہی کہا: واللہ! تم نے یہ باتیں سن لی ہیں۔ اور یہ تمہارے دلوں میں بیٹھ چکی ہیں اور تم ان کو

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک (۴۱۴۱).

سچا تصور کرتے ہو۔ اگر میں کہوں۔ میں بری ہوں، تم تصدیق نہ کرو گے۔ اور اگر میں اعتراف کرتی ہوں تو اللہ جانتا ہے میں اس سے بری ہوں۔ اور تم اسے سچ کہو گے۔ واللہ! میں اپنے اور تمہارے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی مثال پاتی ہوں:

﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ [یوسف : ۱۸]

''پس صبر جمیل ہے۔ اللہ ہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔''

یہ کہہ کر میں نے پہلو بدلا اور لیٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا۔ میں بری ہوں۔ اور مجھے یقین تھا۔ میرا اللہ مجھے اس الزام سے بری قرار دے گا۔

یہ بات تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی نازل کریں گے جو باقاعدہ تلاوت ہوگی۔ میرے خیال میں یہ معاملہ اس سے کم تر تھا کہ اللہ تعالیٰ خود اس بارے میں بات کریں گے۔

مجھے بس اتنی امید تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھیں گے۔ اور مجھے بری کر دیا جائے گا۔

واللہ! ابھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنی مجلس ہی میں تھے اور گھر والوں سے ابھی کوئی بھی باہر نہ گیا تھا سب وہیں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا، وحی کی حالت میں آپ کو جو پسینہ آیا کرتا تھا وہ نمایاں ہوا آپ سے پسینہ کے موتی گرنے کی جھڑی لگ گئی، حالانکہ سخت ٹھنڈا دن تھا۔ آپ پر وحی اترنے کے بوجھ کی وجہ سے یہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اب جب یہ وحی کی صورت حال کھلی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں۔ سب سے پہلی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی یہ تھی:

يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ.

''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری قرار دے دیا ہے۔''

یہ سن کر میری امی جان نے کہا: عائشہ! اٹھو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: نہیں واللہ! میں آپ کا نہیں۔ صرف اس اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ جس نے

مجھے بری قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی آیات اتاریں جو دس کی تعداد میں ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے میری براءت کا اعلان فرمایا۔ [النور: ۱۱ تا ۲۱]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ دیا کرتے تھے۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں مسطح کو ایک پائی بھی نہ دوں گا۔ اس نے عائشہ کے متعلق ایسا گمان کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فضل اور اصحاب خیر ایسی قسمیں نہ اٹھاؤ۔ خرچ کرو کیا تم نہیں چاہتے تمہیں اللہ تعالیٰ بخشش سے نوازیں۔'' [النور: ۲۲]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں۔ میں تو ضرور بھر ضرور اللہ کی بخشش چاہتا ہوں۔ اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے اخراجات جاری کر دیئے۔ اور کہا واللہ! اب ان کے خرچہ سے کبھی ہاتھ نہ کھینچوں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس تہمت کے معاملہ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا۔ مَاذَا عَلِمْتِ. زینب! کیا اس بارے میں تمہارا بھی کچھ علم ہے؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو اپنے کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کچھ کہنا تو دور کی بات ہے۔ واللہ! عائشہ سراپائے خیر ہے۔

یہی حضرت زینب ہی تھیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے میری مد مقابل تھیں۔ ان کے جذبۂ نیکی نے انہیں محفوظ رکھا کوئی جذباتی بات نہیں کی۔

ان کی بہن حمنہ نے ان کے مخالف رویہ اپنایا تو وہ بھی ہلاکت میں جا گری۔

اور وہ نیک فطرت انسان حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جن کے ساتھ میرا معاملہ وابستہ کیا گیا تھا جب اس سے پوچھا گیا تو کہنے لگا: ''سبحان اللہ! برائی تو دور کی بات ہے۔ میں نے تو غیر عورت کے پلو کو بھی کبھی کھول کر نہیں دیکھا۔'' اس کے بعد انہوں نے اللہ کی راہ میں جام شہادت بھی نوش کیا تھا۔ وہ ایسا نیک دل انسان تھا۔''[1]

---

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب حادثة الافک (۴۱۴۱).

اس واقعہ پر بصیرت افروز تبصرہ

امتحان ہی امتحان ہے۔ آزمائش ہی آزمائش ہے۔ رسول اکرم ﷺ ان کے معاملہ میں توقف کرتے ہیں۔

یہ ظاہر و باہر حکمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کا سبب بنا دیا ہے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کے لیے اور قیامت تک ساری امت کے لیے آزمائش ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ کچھ لوگوں کو بلند کرے اور کچھ لوگوں کو پست کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت اور ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔ اور ظالموں کے خسارہ میں اضافہ کرتا ہے۔

یہ ایک بہت ہی بڑا امتحان تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک ماہ تک وحی روک دی گئی ہے، تاکہ وہ حکمت جو اللہ نے مقدر کی تھی وہ پوری ہو جائے۔ اور اس کی تمام وجوہ ظاہر ہو جائیں۔ اور صدیقۂ کائنات اور ان کے والدین کی بندگی پوری ہو۔ اور اللہ اپنی نعمتیں ان پر پوری کریں۔ اور اللہ کی جانب محتاجی اور رغبت زیادہ ہو جائے۔ اور ان کا اللہ کے ساتھ حسن ظن ہو، اور اس سے پر امید رہیں اور مخلوق سے ان کی امید منقطع ہو جائے، اور مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ پر نصرت و حمایت اور کشادگی کے حصول سے ناامید ہو جائیں فقط اسی سے مدد چاہیں، اس لیے اس مقام نے اس کا حق پورا کیا۔ جب ان کے ماں باپ نے کہا:

> ''عائشہ! کھڑی ہو جاؤ آپ کا شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت آپ پر نازل کی ہے۔''

تو انہوں نے کہا:

> ''واللہ! میں نہیں کھڑی ہوں گی، اور میں تو صرف اللہ کی تعریف کرتی ہوں۔ جس نے میری براءت نازل کی۔''[1]

---

[1] زاد المعاد ج ۲ ص ۲۶۱.

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول قابل ذکر ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی ہوں۔ اس سے ان کی علمی معرفت، اور ایمانی قوت جھلکتی نظر آتی ہے۔ اور وہ اس نعمت کی سرپرست اپنے رب کو قرار دیتی ہیں۔ اور یہ ان کے اللہ کی توحید پر پختہ ایمان پر دلالت ہے اور ان کے دل کی مضبوطی نمایاں ہوتی ہے۔

اور ان کا یہ کہنا کہ میں اپنے اللہ کی حمد کروں گی، یہ ان کی اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔ انہیں حبیب کبریاء کی محبت پر اعتماد تھا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک پیارا اپنے پیارے کو ناز و نخرے دکھاتا ہے۔ خصوصاً جو حالات اب پیدا ہوئے ہیں ان میں لاڈلے پن دکھانے کا یہ بہت اچھا موقع تھا۔

واہ! کتنی بڑی فرزانگی اور ثابت قدمی ہے۔ ایک ماہ تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حبیب ﷺ بے توجہ رہے۔ اب انہوں نے آپ کی رضا پائی اور متوجہ ہوئے تھے۔ مگر یہ جلدی سے کھڑی نہیں ہوئیں۔ آپ ﷺ کی رضا کے ساتھ انہیں سرور ملا تھا۔ اور ان کی محبت کی شدت اور قریب سے ہو کر حاصل ہوئی تھی۔ اس کے باوجود ان کا اللہ کی تعریف کو فوقیت دینا انتہاء درجہ کی ثابت قدمی اور قوت ارادی کا عظیم مظاہرہ ہے۔ ①

اس پر اضافہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقویٰ کی خصلتیں حاصل کی ہیں اور جنت کی چابیاں لے لی ہیں۔

1. اگر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عبادت کے متعلق پوچھتے ہیں تو سن لیں رات کبھی قیام میں، کبھی رکوع میں، کبھی سجدہ میں نظر آتی ہیں۔ اپنی ساری زندگی عبادت میں گزار دی۔
2. اگر آپ ان کے روزے کے متعلق پوچھتے ہیں تو وہ اکثر اوقات روزہ رکھتی تھیں۔ افطار کم کرتی تھیں۔ ②

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسلسل روزے رکھا کرتی تھیں۔

---

① زاد المعاد ج ۳ ص ۲٦٤. ② طبقات ج ۸ ص ٤ ٥.

❸ اگر تم یہ سوال کرو کہ صدقہ کتنا کرتی تھیں؟ تو ان کے بھانجے حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ میں نے انہیں دیکھا کہ ستر ہزار درہم صدقہ کیا، اور اپنی قمیص کا پہلو رفو کرتی تھیں۔ یعنی اپنا لباس بوسیدہ ہوتا تھا۔

❹ اگر تم ان کے زہد کے بارے میں سوال کرو، تو یہ زہد کی سردار تھیں۔ دنیا کی دولت ان کے قدموں میں آتی یہ اعراض کرتی تھیں۔ فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتی تھیں۔

ام ذرہ کہتی ہیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو بورے مال بھیجا، ایک لاکھ کے قریب ہوگا۔ ایک تھال منگوایا۔ اور خود روزہ رکھا ہوا تھا۔ اور لوگوں میں مال تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ شام ہوئی تو کہا: اولڑکی! میری افطاری لاؤ۔ ام ذرہ نے کہا: اے ام المومنین! تم نے تو یہ بھی نہیں کیا کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگوا لیتیں جس کے ساتھ روزہ افطار کر لیتیں۔ کہا، سخت مت بولو! تو نے مجھے یاد کروا دینا تھا، تو میں ایسا کر لیتی۔ ①

❺ اگر تم ان کے علم کے متعلق دریافت کرو تو ہم کہیں گے وہ اس امت کی عالمہ تھیں۔ بلکہ کائنات کی عورتوں کی عالمہ تھیں۔

انہیں سینکڑوں قصائد یاد تھے۔ عربی زبان میں ماہر تھیں۔ ان سے حدیث کے راویوں نے (۲۲۱۰) احادیث بیان کی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس رضی اللہ عنہم کے بعد یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ احادیث روایت کرتی ہیں۔ ②

❻ علم وراثت پر ماہرانہ نگاہ رکھتی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے احکام پوچھتے تھے۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے پوچھا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض

① طبقات ج ۸ ص ۵۳.

② تلقیح فھوم اھل الاثر ص ۳۶۳.

کے علم اچھی طرح جانتی تھیں؟ میں نے کہا: اس ذات کی قسم! میری جان جس کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بڑے بڑے مشائخ کو دیکھا ہے۔ وہ ان سے علم فرائض کے متعلق مسائل پوچھتے تھے۔ ①

❼ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہم نشینی رکھی تھی۔ میں نے کسی آیت کے نزول، کسی دینی فریضہ، کسی سنت، کسی شعر اور عرب میں وقوع پذیر ہونے والے کسی واقعہ، کسی نسب وغیرہ قضاء، طب کے بارے میں ان سے زیادہ عالم کسی کو نہیں پایا۔

میں نے کہا خالہ! طب کہاں سے سیکھی ہے؟ کہا میں بیمار ہوتی تو میرے لیے بطور علاج جس چیز کو تجویز کیا جاتا۔ اور مریض کی تیمارداری کے وقت جو اس کا علاج ہوتا۔ تو لوگ ایک دوسرے کو بتاتے تھے۔ میں یاد کر لیتی تھی۔ اس طرح میں طب سیکھ گئی۔ ②

❽ اگر تم ان کی تواضع کا پوچھو تو کہتی ہیں کاش میں ایک درخت ہوتی۔ میں ایک پکی اینٹ ہوتی۔ اللہ نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔ ③

اپنی وفات کے دن کہتی ہیں:

''کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتی۔ کاش! میں ایک درخت ہوتی میں اللہ کی تسبیح کرتی۔ اور اپنی ذمہ داری پوری کرتی۔'' ④

کاش میں بھولی بسری ہو جاتی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس آتے ہیں۔ اور تعریف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کی اہلیہ! خوش ہو جاؤ۔ تمہارے سوا آپ نے کسی دوشیزہ سے نکاح نہیں کیا۔ اور تمہارا عذر آسمان سے نازل ہوا ہے۔

---

① طبقات ج ۸، ص ۶۲۔ ② موسوعہ فی الحیہ ج ۲ ص ۹۹ رجالہ ثقات۔
③ طبقات ج ۸ ص ۹۵۔ ④ حوالہ مذکورہ۔

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور اجازت طلب کی گئی تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا موت کے چل چلاؤ میں تھیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ بعد میں بھتیجے، عبداللہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کے کہنے پر اجازت دے دی۔

یہ آئے اور سلام عرض کرنے کے بعد بیٹھ گئے۔ اور کہا: اماں خوش ہو جاؤ۔ کہا کس چیز سے؟ کہا، اب تمہارے اور تمہارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات میں فاصلہ بہت کم رہ گیا ہے۔ صرف جسم سے روح پرواز کرے گی تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو گی۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اہلیہ تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طیب چیز کو ہی پسند فرماتے تھے۔

ابواء مقام پر تمہارا ہار گم ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح تک اسے تلاش کیا۔ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ مٹی سے تیمّم کا حکم اتارا۔ یہ تمہاری وجہ سے ہی ہوا اور لوگوں کے لیے رخصت اور آسانی پیدا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے تمہاری براءت نازل کی، اور اسے روح الامین فرشتہ جبریل علیہ السلام لے کر آئے، اب کائنات کی کوئی مسجد ایسی نہیں جس میں آیاتِ براءت رات اور دن تلاوت نہ ہو رہی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اے ابن عباس! بس کریں اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں چاہتی ہوں۔ کب سے۔ میں بھولی بسری ہو چکی ہوتی۔''①

جنت میں گھر

ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرۂ زندگانی ختم کرنے سے پہلے یہ بتانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جنت تک کی میراث پائی۔ اور دوزخ سے نجات حاصل کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دعوتِ اسلامیہ کی خدمت کے لیے بے پناہ خدمات سرانجام دی تھیں۔ اور عبادت، علم، صبر اور خاوند کی دیکھ بھال میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ بہت

① صفات ج ۸ ص ۶۰

سارے آثار اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں جنت کی بشارتیں ملی ہیں:

❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ کی کون سی بیوی جنتی ہے؟ فرمایا تم بھی ان میں سے ہو۔

❷ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَائِشَةُ زَوْجِی فِی الْجَنَّةِ.

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنت میں بھی میری اہلیہ ہے۔''

❸ حمید بن غریب کہتے ہیں۔ جنگ جمل کے دن ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تنقید کی، لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تنقید کر رہا ہے۔ اس سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: خاموش ہو جا۔ یہ برا بھونکنا بند کر دے۔ کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ پر تنقید کرتا ہے۔ جو کہ جنت میں آپ کی بیوی ہے۔

❹ حضرت اسحاق بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عائشہ مجھے جنت میں دکھائی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے موت کی سختیاں آسان معلوم ہوتی ہیں۔''[1]

مناقب وفضائل سے معمور زندگی گزارنے کے بعد، آخر کار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا رخسار موت کے بستر پر رکھ دیا۔ اور اس دار فانی سے اپنے پیاروں، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دار جاودانی میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

[1] طبقات ج ۸ ص ۶۲۔ باسانید صحیحہ۔

7 خاتونِ جنت ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر میں پروان چڑھتی ہیں یہ ایک ایماندار، فرمانبردار، صادقہ، صابرہ، خشوع والی، صدقہ پرور، روزہ دار، ذاکرہ، توبہ کرنے والی، مجاہدہ خاتون تھیں۔

اسلام لائیں، اور ہجرت کی، خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ یہ اوّل اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور مدینہ واپس آ گئے۔ اور بدر میں جام شہادت نوش کیا۔ ①

ان سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی۔ اور اپنے خاوند خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے مدینہ آئی تھیں۔ ہجرت کے بعد خنیس فوت ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر سے واپس ہوئے تو ان سے شادی کی۔

نکاح کی تفصیل

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا، اور میں نے ان پر حفصہ کا نکاح پیش کیا۔ میں نے کہا: اگر تمہاری مرضی ہو تو میں حفصہ تم سے بیاہ دوں۔ انہوں نے کہا: میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ کچھ راتیں گزر گئیں۔ مجھے ملے تو کہا: معذرت ہے۔ میرا شادی کا ارادہ نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری ملاقات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی، میں نے کہا اگر تم چاہو تو میں حفصہ کا تم سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے جواب نہ دیا۔

① اسد الغابہ ۲۸۶۹

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی مجھے افسوس تھا۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان سے بھی زیادہ خفگی ہوئی کہ جواب ہی نہ دیا۔

کچھ دنوں بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیغام بھیجا کہ حفصہ سے نکاح چاہتا ہوں۔ میں نے حفصہ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ تو کہا: عمر! میرا خیال ہے۔ جب تم نے حفصہ نکاح کے لیے پیش کی تھی تو میری خاموشی پر تمہیں غصہ آیا ہوگا۔ میں نے کہا: ہاں۔ آیا تھا۔

انہوں نے کہا: میں نے جواب تب نہ دیا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح خود کرنے کا ذکر کیا تھا۔ جو کہ میں نے سن لیا تھا۔ اس لیے میں خاموش رہا۔

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو کسی صورت افشا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کرتے تو میں حفصہ سے نکاح کر لیتا۔ (1)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۳ ہجری میں کیا تھا بڑی خیر و برکت سے زندگی گزاری۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے عظیم سرتاج اور خاوند صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع فرمان تھیں۔ اور آپ کے ہاں بڑی عظمت حاصل کر لی تھی۔ آپ ان سے دل لگی کیا کرتے تھے۔ اور خوش طبعی کا مظاہرہ فرماتے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات ان کے ہاں دیر تک بیٹھے رہتے۔ کہ نوبت بیویوں کی غیرت تک پہنچ گئی کہ آپ ان کے ہاں کیوں زیادہ دیر بیٹھتے ہیں۔

سوتن پن کا مظاہرہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہد یا دیگر میٹھی چیز کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی بیویوں کے پاس وقت گزارتے تھے۔ اور ایک نا ایک کے گھر ضرور جاتے۔

---

(1) بخاری فی النکاح، باب عرض الانسان ابنته او اخته علی اهل الخیر.

اسی اصول کے تحت آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ جتنا آپ وہاں ٹھہرتے تھے خلاف معمول زیادہ ٹھہرے، میں غیرت میں آ گئی، میں نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا تو بتایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے عزیزوں میں سے ایک عورت نے انہیں شہد کا کپا ہدیتاً بھیجا ہے اور آپ کو انہوں نے اس میں سے شہد پلایا ہے۔

میں نے سوچا کہ میں اس کی بھی تدبیر کر لیتی ہوں۔ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے پاس آئیں تو کہنا مغافیر بوٹی کھائی ہے۔ یہ ایک گوندنما چیز ہے جو میٹھی ہوتی ہے۔

ظاہر ہے آپ کہیں گے نہیں میں نے نہیں کھائی تو کہنا یہ پھر بدبو کیسی ہے۔ آپ کہیں گے مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے۔ تو کہنا، شاید اس شہد والی مکھی نے عرفط درخت سے رس چوسا ہو جو بدبودار ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بو آ رہی ہے۔ حضرت سودہ نے کہا اچھا میں کہہ دوں گی۔ حضرت صفیہ سے کہا تم بھی کہہ دینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مغافیر (گوند) کھائی ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں، کہا: پھر یہ بو کیسی آ رہی ہے کہا: حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے شہد پلایا ہے میں نے کہا ہو سکتا ہے مکھی نے عرفط چوسی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے یہی بات کی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جب گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گھوم کر آئے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ کو اس میں سے اور شہد پلاؤں؟ فرمایا: نہیں، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ہم بھی اسے حرام قرار دے دیں۔ تو میں نے کہا خاموش رہو۔ کام بن گیا ہے۔ ①

یہ ایک دل لگی، خوش طبعی، فکاہت اور بیویوں کا آپس میں غیرت کا انداز تھا۔ یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کا باعث بھی بنا تھا۔

---

① بخاری کتاب الطلاق. طبقات ج ۸ ص ٦٧ باسناد حسن.

حضرت قیس بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، ان کے دونوں ماموں حضرت قدامہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے صورت حال سے آگاہ ہوئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: واللہ! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عیب کی وجہ سے طلاق نہیں دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے چادر اوڑھ لی۔ جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرو۔ کیونکہ:

فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ وَإِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ.[1]

''یہ روزہ دار، شب زندہ دار ہے اور یہ جنت میں تمہاری رفیقۂ حیات ہے۔''

واہ! اے ام المومنین! تمہاری جنت میں اپنے سرتاج اور محبوب خاوند سے ضرور ملاقات ہوگی۔

[1] السمط الثمين ١٤٠. المعجم الكبير (٢٣/١٨٨) (٣٠٦).

8 غمیصاء، خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

① ان کا حق مہر اسلام بندھا تھا۔

ہماری اس ملاقات کی خصوصی مہمان، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ، اور وہ عظیم خاتون ہے جس کا مہر پوری اسلامی تاریخ میں اسلام ہے۔ یہ شرف صرف انہیں حاصل ہے۔اور کسی کو حاصل نہیں۔

② یہ وہ خاتونِ جنت ہے جس نے بڑے بڑے بہادروں کی تربیت کی اور ایسے نابغۂ روزگار بچوں کو جنم دیا جنہوں نے قرآنِ پاک حفظ کیا۔

③ کفار سے لڑی، اور مشرکوں کو بے بس کر دیا۔

④ اس کے دس فرزندان ارجمند تھے جنہوں نے قرآن پاک حفظ کیا۔

⑤ اس کے لختِ جگر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف ملا۔

⑥ ان کے فرزند ارجمند نے (۲۲۸۶) احادیث کو ازبر کیا تھا۔[1]

⑦ یہ خاتون ان سعادت مند خواتین میں سے ہے جو جنت کی بشارت سے شادکام ہوئی ہیں۔

⑧ ان کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی کائنات میں مثال نہیں ملتی۔ ان کا اکلوتا بیٹا فوت ہوا، خاوند کسی کام سے گئے تھے۔ اس کی تجہیز وتکفین کی۔ ان کا خاوند آیا۔ خوبصورت لباس زیب بدن کیا اور حسن انداز پر ان سے شب باشی کی بعد میں انہیں بتایا۔

⑨ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ ان کی پوتی کہلواتی ہیں۔ یہ صبر و ہمت کا ایک کوہِ گراں تھیں۔

---

① تلقيح فهوم اهل الاثر (٣٦٣) جوامع السيرة ابن حزم (٢٧٦).

یہ جنتی روح ہے

ان کے بیٹے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں جنت میں داخل ہوا، میں نے وہاں چلنے کی آہٹ سنی تو میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا: یہ غمیصاء بنت ملحان ہے جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔'' ①

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے جنت کا مشاہدہ کرایا گیا۔ میں نے وہاں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دیکھا ہے۔'' ②

کارنامے

رمیصاء اور غمیصاء ایک ہی عورت کے نام ہیں۔ ان کا اصل نام، ام سلیم بنت ملحان ہے۔ ایک قول ہے۔ ان کا نام سہلہ تھا۔ ایک قول ہے۔ رمیلہ تھا۔ ایک قول ہے انیفہ تھا۔ ایک قول ہے۔ رمیثہ تھا۔

یہ انصار کی خواتین میں سے اہم خاتون خانہ ہیں، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زبانی بیعت کررکھی تھی۔ جنگ احد میں شریک تھیں۔ پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اور خنجر لے کر دستی لڑائی میں شامل تھیں۔

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک تھیں، اور خنجر ان کے پاس تھا۔ جسے کمر سے باندھ رکھا تھا۔ اور اس وقت یہ اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی طلحہ کے ساتھ حاملہ تھیں۔ جو بعد میں پیدا ہوئے۔ ③

---

① مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل ام سلیم ج ۱٦ ص ۱۱.

② حوالہ مذکور. ③ طبقات ج ۸ ص ۴۲۱_۴۲۷ ؛

قبل از اسلام والی شادی

قبل از اسلام حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے، مالک سے شادی کی جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔

جب اسلام کی آمد ہوئی تو یہ بہت تیزی سے مسلمان ہوئیں۔ مگر ان کا خاوند ایمان نہ لایا۔

مسلمان ہونے کے بعد اپنے گھر میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کر دیا۔ اپنے بچے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو کہ ابھی چار سال کے تھے انہیں کلمۂ توحید سکھاتی تھیں۔ ان سے کہتیں۔ انس لا الٰہ الا اللہ کہو۔

مالک ان سے کہتا تھا: ام سلیم! بچے کو یہ بات نہ سکھاؤ۔ ایک دن ان کا خاوند شام کی جانب گیا وہیں فوت ہو گیا۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے شادی

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنا بیٹا انس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور خادم بھیجا۔

جب ان کا خاوند مالک فوت ہوا تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام منگنی بھیجا اور اس بارے میں ام سلیم سے بات چیت کی۔ انہوں نے کہا: اے ابوطلحہ! آپ جیسے انسان کی پیشکش کو ٹھکرانا مناسب نہیں۔ رکاوٹ یہ ہے کہ تم کافر ہو۔ میں ایک مسلمان عورت ہوں۔ آپ سے شادی کرنا میرے لیے مناسب نہیں۔

انہوں نے کہا: یہ تمہاری عادت نہیں۔ کہا: ٹھیک ہے یہ میری عادت نہیں۔ انہوں نے لالچ دیا کہا: سونا اور چاندی دوں گا۔ کہنے لگیں: نہ تو مجھے سونے کی ضرورت ہے۔ نہ مجھے چاندی کی ضرورت ہے۔ میں تو تمہارے اسلام کی آرزومند ہوں۔

اگر تم ایمان لے آؤ گے۔ تو یہی میرا حق مہر ہے۔ میرا اور کوئی مطالبہ نہیں وہ

کہنے لگے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس پر گواہ ہیں۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جاتے ہیں نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جلوہ نما تھے۔ جب آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا:

جَآءَ کُمْ اَبُوْطَلْحَةَ غُرَّةُ الْاِسْلَامِ بَیْنَ عَیْنَیْهِ.

''ابوطلحہ آئے ہیں سپیدۂ اسلام ان کی آنکھوں میں جگمگا رہا ہے۔''

انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے وہ بات کی، جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کی تھی کہ میرا حق مہر اسلام ہے۔ تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی ان کا اسلام لانا ہی، ان کا حق مہر ٹھہرا۔

ثابت بنانی کہتے ہیں: کہ اس سے عظیم تر حق مہر ہم نے کبھی نہیں سنا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اسلام کو حق مہر باندھنے پر رضا مند ہیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، ام سلیم رضی اللہ عنہا سے شادی کر لیتے ہیں۔ یہ ایک خوبصورت آنکھوں والی عورت تھیں۔ ذرا قد چھوٹا تھا۔ اس کے باوجود حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان سے شدید محبت رکھتے تھے۔ ان سے ان کی اولاد بھی تھی۔ ایک بچہ سخت بیمار ہوا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس بچے کی کافی خاطر و مدارات کی اور مسلسل حرکت میں رہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے وضوء کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے، آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔ اور نصف دن تک آپ ﷺ کے ساتھ رہتے۔ دوپہر کو آتے کھانا کھاتے قیلولہ کرتے۔ اور جب نماز ظہر پڑھتے تو تیاری کرتے اور آپ کے پاس چلے جاتے، عشاء کی نماز تک گھر نہ آتے تھے۔

اتنا بڑا دل گردہ

ایک دن دوپہر کے وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس مسجد میں گئے۔ تو بچہ فوت ہو چکا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کی وفات کی اطلاع نہ دینا۔ میں خود ہی انہیں بتاؤں گی۔

بچے کو مکمل طور پر تیار کر لیا، اور کفن دے دیا۔ ڈھانپ کر گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حسب معمول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس لوٹے، بیوی کے پاس داخل ہوئے۔ مسجد کے کچھ ساتھی بھی ساتھ تھے۔ کہا: بیٹا کیسا ہے کہنے لگیں: اے ابوطلحہ! جب سے وہ بیمار ہوا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک اتنا زیادہ وہ پرسکون کبھی نہیں ہوا۔ بہت سکون میں ہے۔ امید ہے وہ آرام کر رہا ہے۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رات کا کھانا پیش کیا انہوں نے ساتھیوں سمیت کھانا کھایا۔ دوست تو چلے گئے، اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر دراز ہوئے اور سر رکھا اور سو گئے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اٹھیں، اور خوشبو لگائی، اس سے پہلے جو سنورتی تھیں اس سے بھی بہتر انداز پر سنوریں۔ اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بستر میں ان کے ساتھ داخل ہوئیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جب خوشبو کی مہکار سونگھی تو انہیں بھی چاہت ہوئی، جو آدمی سے بیوی کو رغبت پیدا ہوتی ہے وہ گیا رات کا آخر ہوا تو کہا: اے ابوطلحہ! بتائیں ایک آدمی نے کسی قوم سے کوئی چیز امانتاً لی ہو۔ وہ مانگیں تو اسے واپس کرنی چاہیے یا روک لینی چاہیے۔ کہا: نہیں، انہیں واپس کرنا ہوگی۔ کہنے لگیں: اللہ عزوجل نے آپ کو بیٹا بطور امانت دیا تھا۔ پھر اسے واپس لے لیا ہے۔ اب اسے کار ثواب تصور کریں اور صبر کا مظاہرہ کریں۔

وہ بہت غصہ میں آ گئے اور کہا: تو نے مجھے پہلے بتانا تھا۔ اب بتایا ہے جبکہ میں نے تجھ سے مقاربت کر لی ہے۔ تو مجھے بیٹے کی موت کی اطلاع دے دی ہے۔ انا للہ کہا۔ اور اس مصیبت پر صبر کیا اور اللہ کا شکر کیا۔ صبح ہوئی تو غسل کیا۔ پھر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے ساتھ نماز اداء کی، اور آپ کو واقعہ بتایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِيْ غَابِرِ لَيْلَتِكُمَا.

''اللہ تمہاری گذشتہ رات میں برکت فرمائے۔''

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سفر کرتی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی آتی جاتی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا وَلَدَتْ فَأْتُوْنِیْ بِالصَّبِیِّ.

''جب یہ بچہ جنے تو بچہ میرے پاس لے آنا۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے مدینہ میں آتے تو اچانک نہ آتے تھے۔ مدینہ قریب آیا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو زچگی کی تکلیف کا آغاز ہوا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس رک گئے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

اے میرے رب! تو جانتا ہے۔ مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں مدینہ سے نکلا تھا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ داخل مدینہ بھی آپ کے ساتھ ہی ہوتا۔ مگر تو نے مجھے روک دیا ہے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: ابوطلحہ! مجھے اب کوئی درد نہیں رہا۔ دونوں چل دیئے۔ جب مدینہ آئے تو اب دردزہ آئی تو لڑکا جنا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: انس! اسے کچھ نہ کھلانا۔ اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ اور ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں۔

رات بچے نے روتے ہوئے گزار دی۔ اس پر جھک کر ہی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رات بسر کی، بچے کی نگہداشت کی، صبح ہوئی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اوڑھ رکھی تھی اور اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں آپ کے پاس بچہ لے کر آیا۔ جب آپ نے دیکھا تو کہا: ملحان کی بیٹی نے بچہ جنم دیا ہے۔ یعنی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹا ہوا ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں! کہا: ٹھہر جاؤ۔ میں گھٹی دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نشان لگانے

والا آلہ رکھ دیا۔ اور بچے کو پکڑ لیا۔ اور کہا: کچھ لائے ہو۔ کہا: ہاں کھجوریں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک کھجور لی، اسے چبایا، پھر تھوک جمع کی۔ اور بچے کا منہ کھولا، اور وہ چبائی ہوئی کھجور اس کے منہ میں ڈالی۔ اور بچے کو گھٹی دی۔ بچہ کھجور کو چوسنا شروع ہوا۔

سب سے پہلے اس بچے کی رگوں میں جو چیز داخل ہوئی وہ رسول اکرم ﷺ کی لعاب مبارک تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو۔ یہ کیسے کھجور چوستا ہے۔ انصار کو کھجوریں کتنی زیادہ پسند ہیں۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا نام رکھیے آپ ﷺ نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

انصار میں اس سے افضل اور کوئی جوان رعنا نہ تھا۔ اس کی نسل سے بے شمار شہسواروں نے جنم لیا۔ اس کا نام ہی عبداللہ فارس مشہور ہوا۔ یعنی شہسوار عبداللہ۔ ①

بے مثال تعظیم

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ایک چاک و چوبند داعیہ تھیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس شادی سے ایک دن پہلے آتے ہیں۔ تو یہ ان سے کہتی ہیں:

''اے ابوطلحہ! تم جانتے ہو۔ جس کو تم معبود مانتے ہو۔ وہ ایک درخت سے بنا ہے۔ جو زمین پر اگا تھا۔ اسے فلاں کے حبشی غلام نے تراشا تھا۔'' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: درست ہے۔ کہا:

''کیا تم شرماتے نہیں کہ اس لکڑی کے سامنے سربسجود ہوتے ہو جو زمین پر اگتی ہے۔ کیا تم! لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہو۔ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہو۔ تو میں خود کو تمہارے نکاح میں دے دوں گی۔ میں تم سے حق مہر بھی نہیں مانگتی۔''

---

① طیالسی (۲۰۵٦) بیہقی ج ٤ ص ٦٥. ابن حبان (۷٦۵). احمد (۱۰۵). بخاری ج ۲ ص ۱۳۲ مسلم ج ٦ ص ۱۷٤ واسنادہ صحیح

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کچھ مہلت دو۔ میں سوچ لوں۔ کہا: ٹھیک ہے۔ انہوں نے غور و فکر کیا ہے۔ پھر آئے۔ اور کلمہ پکارا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اے انس! کھڑے ہو جاؤ اور ابو طلحہ سے میری شادی کر دو۔ ①

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے۔ اور قدر و منزلت جانتے تھے۔ اکثر ان کی ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ اور ان کے پاس ان کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کا آرام کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے جاتے تھے۔

وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تحفہ تیار کرتی تھیں اور کھانا وغیرہ تیار کرتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی کنیت ابو عمیر تھی۔

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ہماری ملاقات کے لیے آئے اور کہا اے ام سلیم! میرا کیا معاملہ ہے۔ ابو عمیر تمہارا بیٹا دل شکستہ سا نظر آ رہا ہے۔ کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ایک چھوٹی سی چڑیا تھی جس کے ساتھ یہ کھیلتا تھا وہ مر گئی ہے۔ کہا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں: اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا نے کیا کیا! یعنی تیرا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ ②

جنت کی بشارت

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کو اکٹھا کرتی تھیں۔ اور ان سے برکت حاصل کرتی تھیں۔

---

① طبقات ج ۸ ص ۳۱۴ واسنادہ صحیح

② مسلم فی الادب (۲۱۵۰) ترمذی فی کتاب البر (۱۹۹۰) ابن ماجہ (۳۷۲۰) ابو داؤد (۴۹۶۹) احمد ج ۳ ص ۱۱۵۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے کہ منیٰ میں اپنا سر منڈوائیں تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر کے ایک حصہ کے بال لے لیے۔ اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں ایک ڈبیہ میں محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک چمڑے کے بستر پر دوپہر کا آرام کرتے تھے۔ آپ کو زیادہ پسینہ آتا تھا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں آپ کا پسینہ ایک شیشی میں ڈال رہی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو کہا:

''اے ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟'' میں نے کہا: میں آپ کا پسینہ محفوظ کر رہی ہوں۔ اسے میں اپنی خوشبو میں ملاؤں گی۔ وہ خوشبو بہت ہی عمدہ ہوتی ہے۔ جس میں آپ کا پسینہ ملایا جائے۔

یہ تمام کارنامے اور نادر کارکردگی ایسی تھی جس کی وجہ سے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے نصیبہ میں جنت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''میں نے جنت کا دیدار کیا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا کو میں نے جنت میں دیکھا ہے۔''①

① صحیح مسلم (۲/۳٤۲).

9 خاتونِ جنت حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے مبارک انداز میں یہ خراج تحسین دیا ہے: ''جو شخص یہ مسرت حاصل کرنا چاہتا ہو کہ بہشتی عورت کے ساتھ شادی کرے تو اسے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنی چاہیے۔''(1)

ہمارے ان صفحات آبدار میں جو ہماری مہمان ہستی ہے۔ وہ یہ ہے۔

1. جو جننے والی ماں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہے۔
2. اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ لونڈی اور پرورش و پرداخت کرنے والی ہے۔
3. جو پرانی مسلمان اور اول اسلام لانے والی ہے۔
4. حبشہ و مدینہ دونوں شہروں کی جانب ہجرت کرنے والی ہے۔
5. یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار ہے۔
6. اس سے جس نے شادی کی وہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا اور محبوب بیٹا حضرت زید رضی اللہ عنہ ہے۔
7. یہ ہماری مہمان شخصیت وہ ہے۔ جو شجاعت و بہادری کا پیکر اور بہترین مربیہ ہے۔

مختصر تعارف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے، اپنی ولادت کے ساتھ ہی منسلک ہو جاتا ہے۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا کو سید کائنات کی پرورش و پرداخت کا شرف بھی حاصل ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اور والدہ محترمہ آمنہ کی خدمت

(1) طبقات ج ۸ ص ۱۷۹۔

کا موقع بھی ملا تھا۔

جب عبداللہ فوت ہوئے تو انہوں نے اپنے بے مثال بیٹے حضرت محمد ﷺ کے لیے وراثت تو تھوڑی ہی چھوڑی تھی۔ پانچ اونٹ، چھوٹا سا بکریوں کا ریوڑ، اور یہی ہماری ممدوحہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا لونڈی جس کا نام گرامی برکہ تھا۔ وراثت تھی۔

یہ برکہ نبی اکرم ﷺ کے گھر میں تابع فرمان اور خوشی سے رہنے لگی یہ آپ کی خدمت کرتی تھیں، نگہداشت کرتیں، اور تمام معاملات کی ذمہ دار تھیں، حتیٰ کہ آپ کو یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ اور نہ ہی یہ محسوس ہونے دیا کہ ان کی والدہ نہیں۔ کیونکہ آپ کی والدہ کے بعد یہی والدہ دکھائی دیتی تھیں۔

ہمیشہ رسول اکرم ﷺ سید ولد آدم کی نگہبانی پر کمربستہ رہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خوب نشو ونما دی۔ اور آپ ﷺ کو رسول اور نبی بنا دیا۔

نبی اکرم ﷺ کی محبت کا مرکز

جب دعوتِ اسلامیہ کا آفتاب چمکا اور انوار محمدیہ ﷺ کی کرنیں نمودار ہوئیں۔ تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اس نورانی کرنوں کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ یہ پہلے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھیں اور ہجرت کرنے والی خواتین میں سے تھیں۔ اسلام قبول کیا، اور بہت اچھی مسلمان رہیں۔ اور آزمائش کی گھڑیاں بہت عمدہ انداز پر گزاریں اور صبر کا کوہِ گراں ثابت ہوئیں۔ صبر کرنے والیوں میں اور راہِ اللہ میں جہاد والیوں میں سے سرفہرست ہیں۔

بہت سے فضائل ان کے دامن میں بھرے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی طرف نگاہ نہ اٹھاتی تھیں۔ اگر وقت مقرر نہ ہوتا یہ صرف آخرت کا مطالبہ کرتیں دنیا سے اتنی بے رغبتی تھی۔ اپنے خالق کی عظمت اپنے دل میں بٹھا رکھی تھی۔

رات کا سناٹا ہے، یہ قدموں پر صف بنائے، بے خودی کے عالم میں، مالک الملک اور شہنشاہِ کبریاء کی بارگاہ میں پیکر غور وفکر بن کر اور سراپائے نصیحت بن کر کھڑی

ہیں۔ رب کریم کے ساتھ انہیں عظیم طور پر دل لگی تھی۔ عثمان بن قاسم کہتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جب ہجرت کی، روحاء جگہ کے قریب شام ہوئی۔ روزہ رکھا ہوا تھا۔ سخت پیاسی تھیں، پانی پاس نہ تھا۔ بہت پریشان حال میں اسی دوران آسمان سے سفید و شفاف پانی، ان پر گرنا شروع ہوا۔ انہوں نے نوش کیا یہ کہتی ہیں۔ اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی۔ کڑی دوپہر کے وقت روزہ سے ہوتیں اور کوشش کرتیں مجھے پیاس لگے۔ مگر پیاس نہ لگتی تھی۔ ①

اس کی برکت سے ساری عمر ان کی پیاس بجھی رہی۔ اور ساری عمر بھوک بھی نہ لگتی تھی کیونکہ انہوں شبہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا:

لَا يَجِيعُ بَطْنُكِ اَبَدًا. ②

اس کے بعد انہیں کبھی بھوک نہ لگتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ انہیں اے میری اماں! کہہ کر پکارتے۔ ①

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کبھی کبھی ایسا مزاح کرتے تھے۔ جس طرح بیٹا ماں سے مزاح کرتا ہے۔ محمد بن قیس بیان کرتے ہیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نہ تو مجھ میں طاقت ہے۔ اور نہ میں چاہتی ہوں۔ یعنی انہوں نے آپ سے کسی سواری کا مطالبہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا:

لَا اَحْمِلُكِ اِلَّا عَلٰى وَلَدِ النَّاقَةِ.

''میں تو اماں! تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔''

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ میرے کس کام کا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تو اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ازراہِ مزاح کہا کیونکہ ہر

---

① طبقات ج ۸ ص ۱۷۹۔ ۲۵۶ ؛ الاصابہ ج ۱۳ ص ۱۷۸ ورجالہ ثقات لکن منقطع۔

② حاکم۔ دارقطنی طبرانی۔ ابونعیم۔ حسن صحیح (دارقطنی) اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۰۳ بعض نے اسے ضعیف کہا ہے (۷۳۶۳) ③ طبقات ج ۸ ص ۱۸۱۔

اونٹ، اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے مزاح بھی کیا اور سچ کہا۔

اس میں ان فنکاروں کے لیے بہت بڑا سبق ہے جو مزاح کرتے ہیں اور جھوٹ ملاتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک نوبت ہے کہ سنت اور علمائے دین کو بھی ٹھٹھا کرتے ہیں مگر گرجا گھر میں جانے والوں کو کبھی بھی مزاح نہیں کریں گے۔ صرف سنت پرست علماء پر طنز و مزاح کے تیر چلاتے ہیں۔ ہلاکت ہے۔ ان کے لیے، ہلاکت ہے۔ ان کے لیے یہ اس حدیث کی زد میں ہیں:

وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُضْحِكُ النَّاسَ بِالْكَذِبِ وَيْلٌ لَهٗ ثُمَّ وَيْلٌ لَهٗ.[1]

''تباہی ہے اس کے لیے جو لوگوں کو جھوٹ کے ذریعہ ہنساتا ہے۔ تباہی ہے اس کے لیے، تباہی ہے اس کے لیے۔''

نبی اکرم ﷺ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زبان میں ذرا سختی تھی۔ بات اچھے انداز پر نہیں کر پاتی تھیں۔ کبھی بے اختیار جس سے بات کرتیں اس کے لیے ان کی زبان سے بددعاء سی نکل جاتی۔

جب یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آتیں تو کہتیں۔ سلام لاعلیکم۔ تم پر سلام نہ ہو۔ اس عبارت کا یہ مطلب ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں مختصر الفاظ کی اجازت دے دی۔ کہ یہ کہا کرو: السلام۔

نبی اکرم ﷺ ان کا مطالبہ رد نہ کیا کرتے تھے۔ اور کبھی بھی کار خیر سے انہیں محروم نہ کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ ایک آدمی کی کھجوریں تھیں۔ حتیٰ کہ قریظہ اور بنونضیر قبائل کی فتح تک۔ وہ آدمی مال میں سے کچھ حصہ رسول اکرم ﷺ کو دیا کرتا تھا۔

وہ دینے والوں کو ضرورت پڑ گئی کہ نبی ﷺ سے کچھ واپس لیں۔ اس نے

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب (۴۹۹۰) والترمذی (۲۳۶۵).

بیوی کو بھیجا۔ ادھر سے ام ایمن رضی اللہ عنہا آ گئیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں تو نہیں دوں گی تم نے مجھے یہ مال دیا ہے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دس گنا زیادہ دینے کا وعدہ کیا تب حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رضا مند ہوئیں۔

یہ محبت واحترام جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روا رکھتے تھے۔ صرف آپ کی ذاتِ گرامی تک ہی نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی مانند ان کا خیال رکھتے تھے۔

زہری بیان کرتے ہیں۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ حرملہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے۔ حجاج بن ایمن آئے۔ انہوں نے نماز پڑھی نہ تو رکوع پورا کیا نہ سجدہ پورا کیا۔

انہوں نے سلام پھیرا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا۔ اور کہا: بھائی! کیا تمہارا خیال ہے کہ تم نے نماز پڑھی ہے؟ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ واپس جاؤ۔ اور نماز لوٹاؤ۔ جب حجاج واپس ہوا تو حرملہ کہتے ہیں۔ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ یہ کون ہے۔ میں نے کہا: یہ حجاج بن ایمن بن ام ایمن ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو ان سے پیار کرتے۔ ①

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمن سے پیار کرتے تھے۔ ان کے خاوند حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے پیار کرتے تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی اولاد سے پیار کرتے جو اسامہ اور ایمن ہیں آگے پھر ان دونوں کی اولاد سے بھی پیار کرتے تھے۔

تابعین کرام رحمہم اللہ بھی (حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور ان کی ہمنشینی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی فرات نے جو کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مولیٰ ہیں ان کا جھگڑا حسن بن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ہوا، ابن ابی فرات نے باتوں ہی باتوں میں ان سے کہہ دیا: اے برکہ کے بیٹے! حسن نے کہا۔ گواہ رہو کہ اس نے ام

---

① طبقات ج ۸ ص ۱۸۰۔

ایمن رضی اللہ عنہا کی مذمت کی ہے اور برا بھلا کہا ہے۔ انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی عدالت میں مقدمہ کر دیا۔ جو کہ ان دنوں مدینہ کے قاضی تھے۔ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے والی تھے۔

انہوں نے اپنا واقعہ بتایا ابوبکر نے، ابن ابی فرات سے کہا: یہ بات کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ جو کہا ہے۔ اے برکہ کے بیٹے! انہوں نے جواب میں کہا: میں نے ام ایمن کا اصل نام لیا ہے۔ ابوبکر نے کہا: تمہارا ارادہ انہیں کم تر ثابت کرنا ہے۔ تم جانتے ہو۔ اسلام میں ان کا کیا مقام ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں۔ اے اماں! کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ یا پھر ام ایمن کہتے تھے۔ اگر آج میں تجھے چھوڑ دوں تو پھر اللہ بھی روز قیامت مجھے معاف نہ کرے اور ستر کوڑے ابن ابی فرات کو لگوائے۔ اس طرح اتنی سی توہین کی یہ سزا دی۔

کاش! آج ہمیں کوئی ایسا سربراہ ملک مل جائے جو لوگوں کی زبان گدی سے نکال دے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرتے ہیں۔ اور اعلانیہ برا بھلا کہتے ہیں۔ اَلَا لعنة الله على الظالمين.

ام ایمن رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہو گئیں

ام ایمن رضی اللہ عنہا ایک جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ باقاعدہ تاریخ کے کالج سے فارغ التحصیل نہ تھیں۔

لیکن یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ عالیہ سے فارغ تھیں۔ یہ ان پڑھ ہونے کے باوجود بڑی بڑی طالبات اور وزیرات پر فوقیت رکھتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ امت کے معاملات سے متاثر نظر آتی ہیں۔ اور اسلامی جھنڈے کے کمزور ہونے پر ان کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ تاریخ ان کے ان یادگار مواقع نہ بھلا سکے گی اور ان کی سچائی کو جھٹلا نہ سکے گی۔

(۱) **موقعہ**: یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود کو

بھول چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی وفات ماننے کو تیار نہیں اتنے متاثر ہیں۔ بعض کی زبانیں گنگ ہوگئیں بولنے کا یارا نہیں۔ بعض کی تمنا ہے کہ ان کی نگاہ ہی نہ رہے۔ جب رسول اکرم ﷺ نظر نہ آئیں گے تو ان کا خیال تھا۔ میں کسی اور کو بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہ اظہار خیال حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک بہادر اور تنومند شخص کا کردار اپناتے ہیں۔ اور لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے سینہ میں ایک ایسا معاملہ گردش کرتا ہے جو کسی کے دل میں نہیں گزرتا۔ اسے یاد کرتے ہوئے آبدیدہ ہوجاتی ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ چلو ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں۔ ان سے ملاقات کریں کیونکہ رسول اکرم ﷺ ان سے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔

جب یہ وہاں پہنچے تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ انہوں نے کہا: روتی کیوں ہو؟ رسول اکرم ﷺ کو اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ملا ہے۔

کہا، میں اس سے نہیں روتی وہ تو اللہ کے ہاں بہتر ہیں۔ میں تو روتی ہوں کہ آپ کی موت سے آسمان سے وحی کا آنا منقطع ہوگیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آبدیدہ ہوگئے۔ [1]

(۲) **موقعہ**: یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہیں۔ بعد ازاں وفات پا جاتے ہیں۔ طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہوگئیں اور کہا: آج اسلام ناتواں ہوگیا ہے۔ [2]

---

① کتاب فضائل الصحابۃ۔ باب فضائل ام ایمن ج ۱۶ ص ۹۔

② طبقات ج ۸ ص ۱۸۱۔

آہ! حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے اپنے رب سے ملی ہوئی نورانی فراست سے دیکھ لیا تھا۔ جیسا انہوں نے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہی ہوا۔

یہودیوں نے ایک مضبوط سازش سوچی جو اسلام کے غلبہ کے لیے بہت خوفناک تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کی جڑ کاٹنے کی کوشش کی۔ ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہا، اور ان کے اتحاد میں تفریق ڈالی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے ذریعہ اور جنگ جمل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باہم لڑا کر، اور ہزاروں افراد تہہ تیغ کرا کر انہوں نے اس گھناؤنی سازش میں کامیابی حاصل کر لی۔

اس کے اثرات بد سے نبوت کی طرز پر خلافت ملیامیٹ ہوگئی، اور خلافت، بادشاہت میں تبدیل ہوگئی۔

ایمان افروز حیات

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی ایک اجتماعی زندگی ہے کہ ان سے عبید بن عمرو خزرجی کی شادی ہوئی، ان سے ان کے ہاں بیٹا۔ ایمن پیدا ہوا۔ یہ ماں کی طرف سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ایمن رضی اللہ عنہ حنین کی جنگ میں شہید ہوئے۔

ایمن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے پانی برتن بردار تھے۔ اور بھی ضرورت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہی کہتے تھے۔ ①

اس کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے شادی کی، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے سینہ پر بے مثال تمغہ سجایا تھا۔ وہ ہے۔ جنت کا تمغہ۔

حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ مہربان تھیں اور نگرانی کرتی تھیں۔

---

① اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۸۹

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو اہل جنت والی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اسے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے شادی کرنی چاہیے۔''①

تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ ان سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے دو جہاد جمع کیے ہیں۔

❶ معرکوں میں جہاد۔ ❷ تربیت کرنے میں جہاد۔

یہ غزوۂ احد میں حاضر تھیں۔ مجاہدوں کو پانی پلاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اور غزوۂ خیبر میں بھی حاضر تھیں۔②

اور ان کے گھر میں اسلام کے دو بہادروں نے تربیت لی۔ پہلا بہادر، حضرت ایمن رضی اللہ عنہ، جو غزوۂ حنین میں شہید ہوئے۔

❷ بہادر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ محبوب کبریاء ﷺ کے محبوب تھے۔

انہیں رسول اکرم ﷺ نے ایک لشکر جرار پر قائد و سپہ سالار بنایا تھا۔ جو کہ روم کے علاقوں کو فتح کرنے گئے تھے۔ ابھی ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

اس لشکر میں بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حتیٰ کہ بعض نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر چھوٹی ہونے کی وجہ سے اعتراض بھی کیا تھا نبی اکرم ﷺ نے ان پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا۔ اس پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ تو لوگوں نے ان کی امارت پر تنقید کی۔

رسول اکرم ﷺ کھڑے ہوئے کہا: ''اگر تم آج اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر دل گرفتہ ہو تو تم نے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ اللہ کی قسم!

یہ امارت کے لائق ہیں۔ اور وہ مجھے بہت ہی زیادہ پیارے تھے۔ اسی طرح ان کے باپ کے بعد یہ بھی مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔''③

---

① طبقات ج ۸ ص ۱۷۹ واسنادہ مقطع. ② طبقات ج ۸ ص ۱۸۰.

③ بخاری کتاب الفضائل باب بعث اسامہ ج ۷ ص ۷۵۸۔ (۴۴۶۹).

10 خاتونِ جنت نسیبہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا

یہ وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر لڑائی کی۔ انہوں نے جنت میں نبی اکرم ﷺ کی رفاقت حاصل کی۔

یہ ہے وہ بہادر خاتون جس سے درج ذیل صفحات میں ہماری ملاقات ہونے والی ہے۔

یہ عقبہ (گھاٹی میں جب انصار نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی) والی رات میں بھی حاضر تھیں۔ احد میں بھی شریک ہوئیں۔ حدیبیہ میں بھی حاضر تھیں۔ حنین کی جنگ میں بھی حاضر تھیں اور جنگ یمامہ میں بھی شریک تھیں۔ انہوں نے جہاد کیا۔ اور بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ جہاد میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ [1]

یہ خود اپنے بارے میں کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جنگ احد میں لوگ رسول اکرم ﷺ سے ہٹ گئے ہیں تقریباً دس آدمی باقی ہیں۔ تو میں، میرے دو بیٹے، اور میرا خاوند رسول اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ اور مصروف دفاع تھے۔

لوگ آپ ﷺ کے قریب سے شکست خوردہ ہو کر گزر رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا کہ میرے پاس ڈھال نہیں۔ تو ایک آدمی پر آپ کی نظر پڑی جو بھاگ رہا تھا۔ اور اس کے پاس ڈھال تھی۔ کہا:

تو تو بھاگ رہا ہے۔ جو لڑ رہا ہے۔ ڈھال اسے دے دو۔ اس نے ڈھال پھینک دی۔ میں نے پکڑ لی۔ اور رسول اکرم ﷺ کا دفاع کیا۔ جو کارنامے گھڑسواروں نے سرانجام دیئے۔ اگر پیدل فوج کا حصہ بھی وہی کرتا تو ہم ان شاء اللہ دشمنوں پر غالب آجاتے۔

---

(1) سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۲۷۸. طبقات ج ۸ ص ۳۰۳.

دشمن کا ایک گھڑ سوار آتا وہ مجھ پر وار کرتا میں ڈھال آگے کر دیتی، وہ کچھ نہ بگاڑ تا۔ اور مڑ جاتا۔ تو میں اس کے گھوڑے کی کھونچ پر تلوار مارتی اور اسے گرا دیتی۔

نبی اکرم ﷺ نے کہا: اے ابنۃ ام عمارہ! تو اپنی ماں کی طرف دیکھ، یہ تیری ماں کی طرف ہے۔ تو اپنی ماں کی طرف دیکھ۔ میں شہسوار کو آخر قتل کر دیتی۔ ①

① حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو بارہ زخم لگے۔

② جنگ یمامہ میں گیارہ زخم کھائے۔ ہاتھ کا کٹنا الگ ہے۔

③ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن کعب مازنی رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔

④ ان کے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ خوف خدا سے رونے والوں میں سے تھے۔

⑤ یہ جنت میں نبی اکرم ﷺ کی ہمسائیگی میں ہوں گی۔

انوار و تجلیات رونما ہوتی ہیں اور سعادت کا ملہ انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔ اور ام عمارہ رضی اللہ عنہا ان کا خاوند اور ان کی اولاد کو جنت کی بشارت ملتی ہے۔ اور یہ ابھی زندہ تھیں۔

تعارف

مدینہ والوں میں سے بنو خزرج کی سیدہ ہیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب ان کا انصار نام نہ تھا۔ نہ ہی رسول اکرم ﷺ نے ابھی مدینہ کی جانب ہجرت کی تھی۔ لیکن آپ کی شہرت سے جزیرۂ عرب معمور تھا۔ اور آپ کی دعوت نے عرب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ قرآنِ پاک تلاوت ہو رہا تھا اور پھیل رہا تھا۔

اہل مدینہ اس دعوت کے ساتھ بڑے اہتمام کے ساتھ وابستہ ہو رہے تھے۔ اور اس دعوت کے متعلق پوچھ گچھ ہو رہی تھی۔ مدینہ والوں کے ساتھ قریش کی رشتہ داریاں تھیں۔ اور تجارت میں ان کے شریک تھے۔ اور شام کے سفر میں ان کے راستہ کے نگہبان تھے۔ اور درمیان میں یہودی آباد تھے۔ جو کہ اہل کتاب ہیں اور کتاب بیان کرنے والے اور اخبار و حالات کے جمع کرنے والے تھے اور گہرائی سے جائزہ لیتے تھے۔

① سیر اعلام النبلاء ج۲ ص۲۷۹. طبقات ج۸ ص۳۰٤. وفیہ الواقدی وھو متروك.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

ایک شام کا ذکر ہے۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا، اپنے خاوند اور بچوں میں بیٹھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور آپ کی دعوت کی اطلاعات کے بارے میں اور جو قرآن پاک بیان کرتا ہے۔ اس بارے میں بات چیت کر رہی ہیں۔ کسی تلاوت کرنے والے نے یہ آیات تلاوت کیں:

﴿ الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ○ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [یونس: ۱ تا ۲]

''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی کی ہے۔ یہ کہ ڈرا لوگوں کو اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے بے شک ان کے لیے سچائی کا ٹھکانا ہے ان کے رب کے نزدیک۔ کافروں نے کہا بے شک یہ ظاہر جادوگر ہے۔''

حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا حیران تھیں کہ کافر اس شخص کا انکار کر رہے ہیں۔ جس کی طرف وحی اس لیے آئی ہے کہ ان کی رہنمائی کرے، انہیں بشارت دے اور انہیں آگاہ کرے۔

اس میں جادو کی کیا بات ہے۔ یہ تو ایک نیک دعوت ہے۔ واضح حق ہے۔ خوبصورت بیان ہے۔ کتنا بڑا ظلم ہے قوم ایسے پیغمبر کا انکار کرتی ہے اور اس پر بہتان بازی کرتی ہے۔

اس قوم کو اشتیاق ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کریں۔ اور ان کی بات سنیں۔ اور زیادہ سے زیادہ قرآن حاصل کریں۔

اب حج کا وقت ہوا، مدینہ سے قافلہ مکہ کی جانب روانہ ہوا، یہ تقریباً پانچ سو حاجیوں پر مشتمل تھا۔ زیادہ ان میں مرد تھے۔ عورتیں کم ہی تھیں۔ ان خواتین میں حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

اب یہ قافلہ مکہ کی سرزمین میں پہنچتا ہے۔ اور ہر طرف سے حجاج کرام آ رہے ہیں۔ قبائل اپنے اپنے ٹھکانوں پر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور رسول اکرم ﷺ پوری تندہی سے دعوت دے رہے ہیں۔ دین ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ رسالت ان پر واضح کرتے ہیں۔ قرآن پاک تلاوت کرتے ہیں۔ اور خود کو بھی ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

لیکن مکہ کی سرزمین آپ پر تنگ کر دی جاتی ہے۔ آپ کی ذات گرامی کو مکہ والے اذیت پہنچاتے ہیں۔ اور ساتھیوں کو تختۂ ستم بناتے ہیں۔ اور سزا دہی میں حد سے گزر جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اسیری سے بھی بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کوئی قوم کے خلاف بغاوت لے کر نہیں اٹھے۔ آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ عرب میں سے ایک قوم تیار ہو جائے جو سعی پیہم سے آپ کی رسالت پہنچانے میں تعاون کرے، آپ کی حفاظت کرے تاکہ آپ اپنی حجت بیان کر سکیں پھر ایمان لانے والے اور کفر کرنے والے کو کھلا چھوڑ دیا جائے وہ خود فیصلہ کرے کدھر جانا ہے۔ کوئی قبیلہ یا جماعت اس کام کے لیے دل کھولنے کو تیار نہیں۔ صرف مدینہ سے آنے والی جماعت آمادہ ہوئی۔

رسول اکرم ﷺ نے ان سے وعدہ کیا کہ جب منیٰ میں اتریں تو عقبہ (گھاٹی) کی نچلی جانب جو چھوٹی سی رستہ کی شاخ ہے یہ مجھے وہاں ملیں۔ اور انہیں حکم دیا کہ کسی سوئے کو بیدار نہ کرنا۔ نہ غائب کا انتظار کرنا۔ اور قریش سے چھپ کر آئیں۔ اور ان کے گھات میں بیٹھے جاسوسوں سے احتیاط سے آئیں۔

جب اس ملاقات کے وعدہ کا وقت آیا تو رسول اکرم ﷺ کے سامنے ستر افراد ہیں۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا اور ایک اور محترمہ بھی تھیں۔ یہاں عہد و معاہدہ ہوا کہ آپس میں دین کی اشاعت کے لیے تگ و دو کریں۔ اور نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کریں تاکہ آپ اپنی حجت پوری کر سکیں۔ اور پیغام رسالت پہنچا سکیں۔ یہ لوگ شام کے وقت گھاٹی میں آئے قریش اور لوگوں کی نظروں سے مکمل محتاط رہے۔

حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا جب واپس مدینہ لوٹتی ہیں تو سعادت ایمان سے دامن بھرا

تھا۔ اور اپنے عہد پر فخر کر رہی ہیں اور اس عہد جہاد کی تکالیف کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں اور اپنے دونوں بیٹوں حبیب اور عبداللہ کو اس کے لیے تیار کر رہی ہیں۔

بہادری

وقت گزرتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے ہیں۔ اور مدینہ پہنچتے ہیں۔ انصار آپ ﷺ کا استقبال کرتے ہیں۔ اشعار پڑھتے ہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ اور مشرکوں کے درمیان جنگ احد پنجے گاڑتی ہے۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا اس میں شریک ہیں۔ دائیں ہاتھ میں مشک اور دوائیاں ہیں۔ جنگ پورے جوبن پر ہے۔ مسلمان غالب آ رہے ہیں۔ پھر ان کی کوتاہی سے فتح شکست میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا مشرکوں کی جماعتوں کی طرف جاتی ہیں جو کہ رسول اکرم ﷺ کا قصد کر رہی ہیں۔ یہ نسیبہ آپ ﷺ کو احاطہ میں لینا چاہتی ہیں۔ پہنچنے کے قریب ہی تھیں کہ مسلمان شکست سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ مشک اور دوائی پھینک دیتی ہیں۔ اور شمشیر بکف ہو جاتی ہیں۔ اور دشمن سے نبرد آزما ہوتی ہیں۔ اور زخمی ہو جاتی ہیں اور ناتواں ہو کر زمین پر گر جاتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ ثابت قدم ہیں۔ مشرک آپ سے دور جاتے ہیں۔ اور آپ ﷺ دشمن کے گھیرے سے باہر آ جاتے ہیں۔ نسیبہ کا پتہ کیا تو وہ گہرے زخم کی وجہ سے زمین پر گری پڑی ہیں اور کندھوں سے خون بہہ رہا ہے۔ لوگوں نے زخم پر مرہم لگائی، انہیں پانی پلایا۔ جب ہوش آیا تو سب سے پہلا یہ سوال کیا۔

رسول اکرم ﷺ! کہاں ہیں؟ اور مشرکوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ بتایا گیا، وہ تمہارے قریب ہی ہیں اور کامیاب ہوئے ہیں۔

نسیبہ! تمہارا زخم گہرا ہے۔ خون جاری ہے۔ اور قوت کمزور پڑ گئی ہے اور

تمہارے دونوں بیٹے ابھی نوجوان ہیں۔ تمہارا خاوند بوڑھا ہے۔ اس کے باوجود وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر مامور ہیں۔ کہا: وہ آپ کی حفاظت پر مامور ہیں۔ محمد ﷺ کی رسالت کا دفاع کر رہے ہیں۔ ہم میدان میں اترے ہی اسی لیے تھے اور ہماری لڑائی کا مقصد بھی یہی تھا کہ آپ پر اور آپ کی رسالت پر جان نچھاور کریں۔ اسی لیے زندہ رہیں اور اسی پر مریں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان، میں اسی لیے نمازی

حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا تندرست ہوئیں۔ اور سب زخم بھول گئیں اس دن کو لائق فخر تصور کرتی تھیں۔ اور جو زخموں کے نشاں باقی تھے وہ سب بھول گئیں۔

ابن ہشام، حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ میں نسیبہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ کہا: اے خالہ جان! مجھے اپنا احد والا واقعہ تو سناؤ۔

کہا: میں احد کے دن جب میدان کی طرف گئی تو میرے پاس پانی والی مشک تھی۔ ہم رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھے۔ رعب و دبدبہ اور غلبہ مسلمانوں کو حاصل تھا۔ جب اپنی کوتاہی سے مسلمان شکست سے دوچار ہوئے تو میں رسول اکرم ﷺ کی جانب مائل ہوئی۔ اور لڑنا شروع کر دیا۔ اور تلوار سے آپ کا دفاع کیا اور کمان سے تیر پھینکنے شروع کیے۔ اسی دوران میں زخمی ہوئی۔ پھر نسیبہ نے اپنے کندھے کے زخم مجھے دکھائے۔ جو کافی گہرے تھے۔

اولاد کے کارنامے

حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں کی بھی تربیت بہت ہی عمدہ انداز فکر کے مطابق کی تھی۔ دو بیٹے تھے۔ حبیب اور عبداللہ، انہوں نے ان کے دلوں میں ایمان کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ اور ان کے سینوں کو شجاعت کا مرکز بنا دیا تھا۔ اور ان کے بازوؤں کو قوت سے بھر دیا۔ رسول اکرم ﷺ بھی ان دونوں کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ اور

انہیں معرکوں میں پہنچایا۔ اور انہیں عرب کے باشندوں کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ اور قبائل کے سرداروں کی طرف بھی نمائندہ بنا کر بھیجتے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی جانب بھیجا۔ اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ سرکش اور ڈکیٹر، نبوت کا دعویٰ کرنے والے کذاب کی طرف بھیجا۔ اس کی فوجی تعداد بہت کثرت سے تھی۔ اور اس کی دولت وثروت بھی بہت تھی۔ اور ان کی قوت بہت مضبوط تھی۔

آپ جانتے ہیں۔ اس کذاب نے حبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اسے قلم لکھتے وقت کپکپا جاتا ہے۔ بہت مشکل سے احاطۂ تحریر میں لا سکتا ہے۔

اسد الغابہ کی جلد اوّل میں حبیب رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسیلمہ کذاب کی جانب بھیجا جو یمامہ کا رہنے والا تھا۔ مسیلمہ کذاب جب ان سے کہتا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں۔ تو کہتے۔ ہاں! اور جب وہ کہتا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو یہ کہتے۔ مجھے سنائی نہیں دیتا۔ اس ظالم نے ان کا ایک ایک عضو کاٹا اور اس سوال کو بار بار دہرایا، اور عضو عضو کاٹا گیا۔ حتیٰ کہ ختم کر دیا۔

جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ تو مسلمان آپ کی وفات سے دہل گئے۔ عرب سے کئی جماعتیں اور قبائل مرتد ہو گئے۔

مسیلمہ کذاب سخت جھگڑالو۔ اور مضبوط ترین سازشی تھا۔ مال اور تعداد افراد کثرت سے رکھتا تھا۔ اس نے اپنی قوم بنو حنیفہ کی کثرت تعداد کو فخر کے قابل سمجھا، اور یمامہ میں اپنے قلعوں میں محفوظ ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جس لشکر کے ساتھ وہاں جانے کا قصد کیا اس میں سیدہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور ان کے نور نظر حضرت عبداللہ بھی تھے مسیلمہ کا معاملہ پیچیدہ صورت حال اختیار کر گیا۔ قریب تھا کہ مسلمان شکست سے دو چار ہوتے۔

مگر بہادروں کی ایک جماعت نے عزم پختہ سے کام لیا۔ اور خود کو مسیلمہ کے

مقام پر پھینک دیا۔ جہاں وہ ٹھہرا تھا۔ وہ بے پرواہ ہو کر اس تک رسائی پانا چاہتے تھے۔

اس گروہ میں حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا اور ان کا بیٹا عبداللہ بھی تھے۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا تو تلوار سے لڑیں۔ حتیٰ کہ ان کا بازو کٹ گیا۔

اور حضرت عبداللہ ڈٹ گئے۔ اور مسیلمہ پر حملہ کرنے پر اصرار کیا۔ حتیٰ کہ نیت تھی کہ اسے قتل کریں۔ اور بہادری سے آگے بڑھتے اور اسے پا لینے کے بعد ہلاک کر دیا۔

مسیلمہ کے قتل ہوتے ہی فتنہ فرو ہوا۔ اور بنو حنیفہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا ایک بازو لے کر واپس آئیں۔ اور لڑکا بھی ایک تھا۔ ایک کو جو کہ حبیب رضی اللہ عنہ تھے مسیلمہ نے انہیں بے دردی سے قتل کروا دیا تھا۔

لیکن جو کچھ اس نے کھویا تھا وہ اسے بڑی سعادت تصور کرتی تھیں۔ بہ نسبت اس کے جو باقی بچا تھا۔ ہر ایک نے فنا ہونا ہے۔ کامیابی اور بزرگی راہ حق میں ہے۔ اگرچہ ہر چیز جاتی رہے۔

تاریخ نے نسیبہ رضی اللہ عنہا کو بھلا دیا ہے۔ اور ان کی بقیہ زندگی سے اغماض برتا ہے۔ اور اس نے بخل سے کام لیا ہے کہ ان کے جہاد کا انجام بتائے اور ان کے ٹھکانے بتائے۔ خبردار! ان کا ٹھکانا جنت میں ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے عمدہ کارناموں میں ان کا ذکر یادگار بن گیا ہے۔

ؓ خاتونِ جنت

ہم جس جلیل القدر صحابیہ کا ذکر کرنے والے ہیں۔ وہ صبر کا پیکر، اور پریشانی کو کارثواب تصور کرنے والی ہیں۔

یہ عفت وطہارت کی چادر پوش تھیں۔ مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا تھا۔ کہ ان کا ستر کھلے۔ بیماری تو رہے۔ مگر ان کی شرم اور جسم نہ کھلے۔ انہیں مرگی کا مرض تھا۔ جس سے ان کا پردہ کھل جاتا تھ۔

ہم اس بہادر اور جو کہ بیسویں صدی کی خواتین کے لیے چمکتا ہوا ستارہ ہے اس خاتون کا ذکر کرتے ہیں۔ اس دور کی وہ خواتین جنہوں نے اپنے جسم کے تمام فتنہ انگیز مقامات برہنہ کر رکھے ہیں۔ جنہوں نے شرم وحیا نمایاں کر رکھی ہے، برہنگی اور بے پردگی کی ہر راہ اپنا رکھی ہے۔ اور زیبائش کا اظہار کرتی ہیں۔

اور ابرو باریک کرواتی ہیں۔ اور رخساروں پر سرخی پن بناتی ہیں۔ عطریات استعمال کرتی ہیں۔ اور مخلوق خدا میں تغیر پیدا کرتی ہیں اور ارض وسماء کے رب کی لعنتوں کی مستحق قرار پاتی ہیں کی خدمت میں اس خاتون کی مثال پیش کرتے ہیں۔ اے اللہ کے خوف سے لبریز خاتون، تو بھی اس جیسی ہو جا۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا: عطاء میں تمہیں جنتی عورت دکھاؤں۔ میں نے کہا ضرور دکھائیں۔ کہا: یہ سیاہ رنگت والی عورت ہے۔ جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی۔ کہنے لگی: مجھے مرگی کی بیماری ہے۔ جس کی وجہ سے میرا پردہ کھل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے، صحت یاب ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہتی ہے تو صبر کر، تجھے جنت ملے گی۔ اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری عافیت کی دعاء کرتا ہوں۔ اس نے کہا: میں صبر کرتی ہوں۔ میرا پردہ کھل جاتا

ہے۔ اللہ سے دعا۔ کیجیے وہ نہ کھلے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پردہ نہ کھلنے کی دعاء کی اس کے بعد مرگی پڑتی مگر ستر ننگا نہ ہوتا تھا۔ ①

واہ! اس خاتونِ جنت نے صبر تو کیا لیکن پردے کی حرص نے اسے مجبور کر دیا کہ یہ مطالبہ کر رہی ہے۔ میرے فتنہ کی جگہیں برہنہ نہ ہوں۔

اس نے کہا: میں بیماری پر تو صبر کر سکتی ہوں لیکن بے پردگی مجھے پسند نہیں۔ یہ سیاہ رنگت والی عورت ہے۔ یہ کہہ سکتی تھی۔

میں سیاہ فام ہوں مجھے کون دیکھے گا، یا کہتیں میں پاکیزہ معاشرہ میں رہتی ہوں اور نیکوکار زمانہ ہے۔ پاکباز، ایماندار حکومت ہے، صحابیات کا دور ہے جس میں توبہ کرنے والی، عبادت گزار، پاکیزہ شعار، اور مطہرات خواتین ہیں۔ مجھے پردے کی ضرورت نہیں۔ اس نے ان میں سے ایک بات نہیں کی، وجہ یہ ہے کہ آج کی عورت ایمان سے دور ہے جبکہ وہ ایمان کے گہرے سمندر میں غوطہ زن تھی۔ اس لیے پردے کی فکر کی تھی بیماری کی نہیں کی۔

① صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب فضل من یصرع من الریح (۵۶۵۲). و مسلم (۲۵۷۶). و احمد (۳۲۴۰)

جنتی عورتوں کی صفات

حور اور عین

حور جمع ہے۔ اس کا واحد حوراء ہے۔

جوانِ رعنا، حسینہ، خوبصورت اور سفید رنگت والی عورت کو حور کہتے ہیں اور آنکھیں سیاہ ہوں۔

زید بن اسلم کہتے ہیں۔ جس عورت کو دیکھ کر آنکھ حیران رہ جائے اسے حوراء کہتے ہیں۔

عین خوبصورت آنکھوں والی عورت کو کہتے ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں: چہرے کی رقت، اور صفائی رنگت دیکھ کر جس میں آنکھ حیران ہو اسے حوراء کہتے ہیں۔

حسن بصری کہتے ہیں حوراء وہ عورت ہے جس کی آنکھیں حد درجہ سفید ہوں۔ اور شدید سیاہ ہوں۔

حوراء کا اشتقاق

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عربوں میں حور کا معنی سفید ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ حوروں کی پنڈلیوں کی مخ ان کے کپڑوں میں سے بھی نظر آئے گی۔ دیکھنے والا جب ان کے اوپر نظر ڈالے گا تو رنگت میں اتنی زیادہ صفائی ہوگی اور اتنی نازک ہوں گی کہ شیشہ کی مانند ان کے جگر تک نظر آئیں گے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حور کا لفظ حیرت سے مشتق نہیں۔ اس کا اصل معنی سفیدی ہے۔

صحیح بات یہی ہے یہ آنکھوں میں سفیدی اور خوبصورت سیاہی والی عورت کو کہتے ہیں۔

حور العین کا مطلب ہے ایسی عورتیں جن کی سفیدی اور آنکھوں کی سیاہی آپس میں اتنی زیادہ مناسبت سے ہے کہ سفیدی سیاہی سے حسن لیتی ہے اور سیاہی سفیدی سے حسن پکڑتی ہے۔

عین۔ عینا، کی جمع ہے۔ موٹی آنکھوں والی عورت کو کہا جاتا ہے اس کی جمع عین ہے۔

صحیح یہ ہے عین وہ عورتیں ہوں گی جن کی آنکھوں میں حسن اور خوبصورتی کی ہر صفت موجود ہوگی۔

جس عورت کی درازی کی طرف سے آنکھ وسعت والی ہو۔ وہ عورت خوبصورت آنکھوں والی کہلواتی ہے۔ آنکھ کا چھوٹا ہونا اور تنگ ہونا عورت میں عیب تصور ہوتا ہے۔

عورت کا منہ چھوٹا ہو، کانوں کے سوراخ چھوٹے ہوں، ناک باریک ہو، تو اسے پسند کیا جاتا ہے۔

اور چہرہ کشادہ ہو۔ سینہ دراز ہو، رنگ وافر مقدار میں سفید ہو، اور اس کی آنکھوں میں جو سفیدی ہے زیادہ پھیلی ہو تو اسے پسندیدہ عورت جتے ہیں۔ اور عورت کی رنگت سفید اس کی مانگ کے درمیان والے بال سفید ہوں، دانت سفید ہوں اور آنکھوں میں سفیدی ہو۔ تو اسے پسند کیا جاتا ہے۔

اور آنکھوں میں سیاہی نمایاں ہو۔ ابرو سیاہ ہوں، دامن سیاہ ہو، بال سیاہ ہوں تو یہ عورت کے لیے پسندیدہ چیزیں ہیں۔

قد دراز ہو، بال دراز ہوں اور انگلیوں کے پورے دراز ہوں کمر دراز ہو تو

عورت میں یہ خوبیاں پسند کی جاتی ہیں۔

زبان دراز نہ ہو، ہاتھ دراز نہ ہو، پاؤں دراز نہ ہو۔ نظر دراز نہ ہو۔ یہ چیزیں چھوٹی ہوں تو عورت کے لیے اچھی ہیں۔

یعنی صرف اپنے خاوند کو دیکھے غیر کو نہ دیکھے یہ نظر ہو، باہر فضول نہ نکلے یہ پاؤں کا چھوٹا ہونا ہے۔ زیادہ فضول گو نہ ہو یہ زبان چھوٹی ہے۔ جو خاوند ناپسند کرتا ہے۔ ادھر ہاتھ نہ پھیلائے یہ ہاتھ کا چھوٹا ہونا ہے۔ تو ایسی عورت بھی بھلی لگتی ہے۔ جسم کی نرم ہو، مانگ نکالنے میں باریکی ہو، ابرو باریک ہوں، ناک پتلی ہو یہ عورت میں پسندیدہ اوصاف ہیں۔

یہ مذکورہ اوصاف مکمل طور پر حوروں میں جمع ہیں۔ اور یہ تو ہمارا تصور ہے۔ حوریں تو اس سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔ خوبصورت ہیں۔ قیمتی ہیں اور حسن نگار ہیں۔

حوروں کی پیدائش

اے جنت کے طلب گارو! یہ بات یقینی ہے کہ حوریں بشر میں سے نہیں۔ ان کی ماں حضرت حواء نہیں۔ اور نہ ہی آدم علیہ السلام ان کے باپ ہیں۔ یہ جنت میں پیدا ہوئی ہیں۔ ان کے متعلق ضعیف اقوال ملتے ہیں کہ یہ زعفران سے پیدا ہوئی ہیں۔ (حادی الارواح (۲۱۳) ہمیں ان پر اعتماد کی ضرورت نہیں۔ جو بھی ان کے متعلق کتاب و سنت میں آیا ہے بس وہیں تک رہیں۔ اور ایمان رکھیں۔

قرآن اور حوریں

حوروں کے درجات ہیں۔ ایک کو دوسری پر برتری ہے۔ ایک دوسری سے افضل، اجمل اور اکمل ہے۔ حسب اطاعت اللہ تعالیٰ عنایت فرمائیں گے۔ اسلام میں سبقت والے، مقرب لوگ جو رب کائنات سے ڈر گئے ہیں۔ انہیں حوریں ملیں گی، جو دائیں جانب والوں کی حوروں سے زیادہ قدر والی ہوں گی۔ آیئے یہ آیات تلاوت

کریں:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴾ [الرحمٰن: ٤٦]
''جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

﴿ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ○ فَبِأَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ﴾ [٥٨ تا ٦٠]
''حوروں میں سے ایسی ہیں جو نظریں روکے ہوں گی انہیں کسی جن یا انسان نے ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں ایسی ہوں گی گویا کہ یاقوت اور مرجان ہیں۔''

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ حوریں صرف اپنے خاوندوں تک ہی نظر رکھیں گی اور وہ باصفا اور نور جمال آراء سے آراستہ ہونے کی وجہ سے یاقوت اور مرجان کی مانند دکھائی دیں گی۔

اب دائیں جانب والے جن حوروں کو حاصل کریں گے جو کہ مقرب لوگوں سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ○ فَبِأَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ○ فَبِأَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴾ [الرحمٰن: ٧٠ تا ٧٥]
''ان خیموں میں بہترین اور حسین حوریں ہوں گی۔ جنہیں کسی انسان اور جن نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔''

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ حوریں اخلاق میں جمال اور نظر میں کمال والی ہوں گی۔ ان کا ظاہر و باطن خوبصورت ہوگا۔

پہلی بیان کردہ حوروں میں بھی یہی اوصاف پائے جاتے ہیں کہ خیموں میں مستور ہوں گی۔ پہلی حوروں کے ذکر میں جو مقرب لوگوں کے لیے ہیں۔ یاقوت اور مرجان کی تشبیہ بیان ہوئی ہے۔ جبکہ بعد والے جو کہ مقربوں کے دوسرے نمبر پر ہیں۔ یہ

یاقوت اور مرجان کا ذکر نہیں۔ جو دلالت کرتا ہے کہ مقرب والوں کو ملنے والی حوریں افضل واعلیٰ ہیں۔

ایک اور وجہ بھی ہے۔ دائیں جانب والے عام درجہ میں ہیں۔ جبکہ مقرب خاص درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جنت میں ایک حور ہو گی جسے اَللُّعْبَةُ، کھلونا کہا جاتا ہے۔ جنت کی حوریں بھی اس پر رشک وحیرانگی کا اظہار کریں گی۔ اور کہیں گی۔

اے لعبہ (کھلونا) تجھے مبارک ہو، اگر تیرے طلب گار کو تیرا علم ہو جائے تو وہ تجھے طلب کرنے میں پوری تگ و دو کرے۔

اس حور کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہے۔ جو چاہتا ہے کہ میری مثل اس کی بیوی ہو تو اسے میرے رب کی رضا کے کام کرنے چاہئیں۔①

(۲) عطاء سلمی نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، ہمیں کوئی شوق دلانے والی بات سناؤ۔ کہا: اے عطاء! جنت میں ایسی حوریں بھی ہوں گی کہ اہل جنت ان کے حسن کے ساتھ فخر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت والوں پر موت نہیں لکھی۔ وگرنہ یہ ان کا حسن تاباں دیکھ کر مر جائیں۔②

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جنت میں حور ہے۔ اسے عیناء (موٹی آنکھ والی) کہا جاتا ہے۔ جب وہ چلتی ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار خادم بھی چلتے ہیں۔ وہ کہتی ہے: "نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے کہاں ہیں۔ میں ان کی ہوں۔"③

---

① حادی الارواح ۲۱۴۔ ② حوالہ مذکور۔ ③ التذکرہ ج ۲ ص ۵۵۵۔

حوروں کی اوصاف

قارءات محترمات!

دل حاضر کریں، اور کان کی سماعت بحال کرلیں۔ تاکہ ہم خوبرو حوروں کے اوصاف پوری محبت اور شوق سے سن سکیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنت رضوان میں پیدا کیا ہے اگر مرد پوچھیں ہماری پیاری بیویاں جو کہ حوریں ہیں کیسی ہوں گی؟ تو ہم کہیں گے، وہ ہم عمر اور ابھار والی ہوں گی، جن کے اعضاء میں آب و تاب شباب رواں ہوں گی گلاب اور سیب نما ان کے رخسار ہوں گے، اور ان کے دانت موتی جڑے ہوں گے، اور کمریں باریک اور پتلی ہوں گی۔ جب نمودار ہوں گی تو ان کے چہرے آفتاب کی مانند روشن ہوں گے، جب مسکرائیں گی تو دانتوں کے درمیان سے بجلیاں کوندیں گی۔ گفتگو میں پیار چھلکتا ہوگا۔

اگر وہ دنیا میں جھانکیں تو دنیا کو زمین سے لے کر آسمان تک خوشبو سے معمور کر دیں اور ساری مخلوق یہ دیکھ کر تہلیل۔ تکبیر اور تسبیح زبان پر لے آئے۔ اور دونوں کنارے دنیا کے مزین ہو جائیں۔ اور آنکھیں دنیا کی ہر چیز بھول کر انہیں ہی مرکز نظر بنائیں اور آفتاب کی روشنی ان کے نور تاباں کے سامنے یوں مٹ جائے جیسے آفتاب کے سامنے ستارے مٹتے ہیں۔

اور روئے زمین والے سب اللہ پر ایمان لے آئیں۔ جو کہ زندہ رہنے والا قائم رہنے والا ہے۔ ان کا دوپٹہ جو وہ سر پر لیتی ہیں وہ ساری دنیا سے بہتر ہے۔ اور ان سے ملاقات ہر آرزو سے زیادہ دل پسند ہوگی۔

زمانہ صدیوں کروٹیں لے، ان کا حسن و جمال ماند نہ پڑے گا۔ مدتوں ان کے ساتھ رہنے کے باوجود محبت و وصال میں کمی نہ آئے گی۔

ولادت اور حیض سے صاف ہوں گی، اور نہ ہی حمل و نفاس کا مرحلہ ہوگا۔

تھوک، پاخانہ، بلغم اور دیگر تمام نجاستوں اور آلائشوں سے پاک ہوں گی۔ ان کی جوانی کبھی فنا نہ ہوگی۔ نہ ان کا لباس بوسیدہ ہوگا نہ ہی ان کا جمال گہنائے گا۔ عرصہ دراز سے ان کا وصال اکتاہٹ پیدا نہ کرے گا۔ اپنے خاوندوں پر ہی نگاہوں کو مرکوز رکھیں گی۔ اور ان کی نظر حد درجہ آرزو برآری والی محبت آمیز ہوگی۔ اگر خاوند دیکھیں گے تو خوش ہوں گی، اگر انہیں حکم دیں گے تو بات مانیں گی۔ اگر پاس نہ ہوں گے تو اپنی حفاظت کریں گی۔ جب انہیں خاوند دیکھیں گے تو دل مسرت سے بھر جائے گا۔ جب یہ خاوند سے بات کریں گی تو اس کے کانوں میں موتی نما دانتوں کا رس گھولیں گی۔ جب عیاں ہوں گی تو محل اور بالا خانے نور سے بھر جائیں گے۔

اگر آپ یہ پوچھیں، ان کی عمر کیا ہوگی، یہ جوانی کے مناسب دور میں ہوں گی۔ اگر آپ ان کے حسن جہاں تاب کا سوال کریں تو آفتاب و ماہتاب شرما جائیں۔ اگر آپ ان کی آنکھوں کی کیفیت جاننا چاہیں تو خوبصورت سیاہی باصفا سفیدی میں جڑ دی گئی ہے۔

اگر آپ ان کے قد پوچھیں تو خوبصورت اور لچکدار شاخیں ہیں۔ اگر آپ ان کا رنگ پوچھیں تو یاقوت اور مرجان بھی شرما جائے۔

اگر آپ ان کے اخلاق پوچھیں تو وہ خیرات وحسان ہیں۔ ظاہری اور باطنی حسن سے آراستہ ہیں۔ انہیں دیکھ کر طبیعت خوش اور نظر قوت پاتی ہے۔ اگر ان کی زندگی گزارنے کا سوال کریں تو تمہارے لیے سراپائے لذت ہیں۔

آپ کا خیال ہے۔ اس خاتون کے متعلق جب اپنے خاوند کے سامنے مسکراہٹ ڈالے گی تو ساری جنت ضیاء ہو جائے گی۔

جب وہ ایک محل سے دوسرے محل میں منتقل ہوگی تو آپ کہیں گے یہ آفتاب ہے جو اپنے مدار سے منتقل ہوا ہے۔

جب وہ اپنے خاوند سے گفتگو کرے گی تو کتنی ہی دلربا وہ گفتگو ہوگی:

وَحَدِيثُهَا السِّحْرُ الْحَلَالُ لَوْ أَنَّهُ   لَمْ يَجْنِ قَتْلَ الْمُسْلِمِ الْمُتَحَرِّزِ

''اس کی گفتگو میں جادو اترتا ہے۔ اگر یہ مخاطب ہونے والے مسلمان کے قتل کا ارتکاب نہ کرے۔

اِنْ طَالَ لَمْ يَمْلَلْكَ وَاِنْ هِيَ حَدَّثَتْ وَدَّ الْمُحَدَّثُ اَنَّهَا لَمْ تُوْجِزِ

''اگر یہ گفتگو دراز کرتی ہے تو سننے والے کی تمنا ہوتی ہے یہ مختصر نہ کرے۔''

جب یہ حوریں گانا سنائیں گی تو آنکھوں اور کانوں کو لذت سے معمور کر دیں گی۔

اگر آپ ان سے فائدہ اٹھائیں گے تو یہ کتنا ہی عظیم فائدہ ہوگا۔ ①

ارشاد باری ہے:

﴿ وَيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ ﴾ [الکہف: ۳۱]

''یہ ریشم کے سبز لباس زیب تن کریں گے۔''

﴿ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ﴾ [الدھر: ۲۱]

''ان کے اوپر ریشم کے سبز لباس ہوں گے۔''

﴿ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ [الحج: ۲۳]

''اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا۔''

یہ لباس ہوگا جو یاقوت سے جڑا ہوگا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَلَتَاجُهَا عَلٰى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا. ②

''ان حوروں کا تاج جو یہ سر پر رکھیں گی ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔''

واہ! یہ کتنا حسین تاج ہوگا۔ جس پر انواع واقسام کے قیمتی جواہرات جڑے ہوں گے۔

اور ان کے دوپٹے، جو وہ سروں پر اوڑھیں گی وہ ساری دنیا سے بہتر ہے۔ ③

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

① حادی الارواح ۲۵۱. ② طبرانی باسناد جید الترغیب ج ٤ ص ۲٦۳.

③ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین و صفتهن

لَوْ اَنَّ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَشْرَقَتْ لَمَلَأَتْ الْاَرْضَ رِيْحُ مِسْكٍ. وَلَاَذْهَبَتْ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. ①

''اہل جنت کی خواتین میں سے ایک خاتون اگر نمودار ہو تو زمین کو کستوری کی مہکار سے معمور کر دے۔ اور آفتاب و ماہتاب کی روشنی بھی اس کے سامنے ماند پڑ جائے۔''

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ حوروں کے اوصاف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

يَا غَافِلًا عَمَّا خُلِقْتَ لَهُ انتبه جَدَّ الرَّحِيلُ فَلَسْتَ بِالْيَقْظَانِ

''اے غافل! جس جنت کے لیے تو پیدا کیا گیا اس کے لیے بیدار ہو جا کوچ کا نقارہ بجنا یقینی ہے تو بیدار نہیں ہو رہا۔

سَارَ الرِّفَاقُ وَخَلَّفُوْكَ مَعَ الْاُلٰى قَنَعُوْا بِذَا الْحَظِّ الْخَسِيْسِ الْفَانِيْ

قافلہ والے چل دیئے اور تجھے پیچھے چھوڑ گئے، ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اس خسیس حصے اور فانی دنیا پر قناعت کی ہے۔

وَرَأَيْتَ اَكْثَرَ مَنْ تَرٰى مُتَخَلِّفًا فَتَبِعْتَهُمْ وَرَضِيْتَ بِالْحِرْمَانِ

تو نے دیکھا کہ اکثر پیچھے رہنے والے ہیں۔ تو تو نے ان کی اتباع کی اور حرماں نصیبی کو تو نے پسند کیا۔

مَنَّتْكَ نَفْسُكَ بِاللِّحَاقِ مَعَ الْقُعُوْ دِ عَنِ الْمَسِيْرِ وَرَاحَةَ الْاَبْدَانِ

تیری جان نے چلنے والوں کی بجائے بیٹھنے والوں کے ساتھ تجھے آرزو دلائی اور تو بدن کو آرام دلاتا رہا۔

وَلَسَوْفَ تَعْلَمُ حِيْنَ يَنْكَشِفُ الْغِطَا مَاذَا صَنَعْتَ وَكُنْتَ ذَا اِمْكَانِ

عن قریب تو جان لے گا۔ جب پردہ اٹھے گا، کہ تو نے کیا کیا ہے۔ اور تو نے کیا کیا امید لگا رکھی تھی۔'' ②

---

① طبرانی، بزار، واسناده حسن فی المتابعات. الترغیب ج ٤ ص ٢٦٣.

② قصیده نونیه: ٢٢٩.

حوروں کا گانا

اہل جنت عظیم اور بے حد وحساب نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آواز سنیں گے کائنات میں جس کی مثل دلربا آواز اور کوئی نہیں۔ یہ صدائے دلکش کتنی ہی جاذب نظر ہے اور کتنی ہی خوبصورت ہے اور طرب انگیز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾ [الروم:۱۵]

''لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے پس وہ باغیچوں میں جی بھر کر خوش ہوں گے۔''

اس بارے میں یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ يُحْبَرُوْنَ (جی بھر کر خوش ہونے سے) مراد لذت اور جنت میں گانے کی آواز ہے جو نہایت پر لطف ہوگی۔ ①

مزید فرماتے ہیں:

کہ ایک مؤمن جنت کے دروازہ کے پاس حوروں کا گانا سنے گا، جو وہ اپنے خاوندوں کے استقبال میں کہیں گی۔ اور یہ محبت بھرے الفاظ ہوں گے:

زمانہ دراز سے ہم تمہاری منتظر ہیں۔ ہم خوش ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی، ہم ہمیشہ یہاں مقام کریں گی، کبھی کوچ نہ ہوگا، ہم ہمیشہ رہیں گی کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمارے محبوب ہو، ہم تمہیں پیاری ہوں گی۔ تمہارے بارے ہم کبھی کوتاہی نہ کریں گی۔ اور جنت کے سوا تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ②

---

① ابن کثیر ج ۳ ص۴۲۸۔ ② حاوی الارواح: ۲۱۶۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی حوریں ایک مقام پر اجتماع برپا کریں گی، اور ایسی خوبصورت آواز بلند کریں گی مخلوق نے ایسی رس گھولنے والی اور خوش الحان آواز کبھی نہ سنی ہوگی۔ کہیں گی:

ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی بے نشان نہ ہوں گی، ہم نرم و نازک ہیں کبھی ہماری نزاکت میں سخت پن نہ آئے گا، اور ہم خاوندوں سے راضی ہوں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ مبارک ہے۔ وہ جسے ہم نصیب میں ملیں اور وہ ہمیں نصیب میں ملے۔ ①

طبرانی صغیر اور اوسط میں اس سے ملتی جلتی حدیث آتی ہے۔ یہ ہیں جنت کی راتوں کا گانا جو حوریں اپنے خاوندوں کے لطف میں اضافہ کے لیے ان کے محلات میں گائیں گی اور مسرت سے چہچہائیں گی۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنت میں ایک نہر ہوگی اس کے کناروں پر دوشیزائیں آمنے سامنے کھڑی ہیں اور خوبصورت صدا بندی میں گا رہی ہوں گی۔ بتایا، یہ تسبیحات، تحمید، اور اللہ کی تقدیس اور ثناء گائیں گی۔ ②

جنت کی نہروں پر جنتی زبان کو آبِ زلال سے شاد کام کر رہے ہوں گے اور کان ان کے حوروں کی دلربا صداؤں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

يَا لَذَّةَ الْاَسْمَاعِ لَا تَتَعَوَّضِيْ بِلَذَاذَةِ الْاَوْتَارِ وَالْعِيْدَانِ

''اے کانوں کی لذت! ستار اور بانسریوں کی لذت کے عوض جنت کے گانوں کی لذت سے محروم نہ رہنا۔

اَوَ مَا سَمِعْتَ سِمَاعُهُمْ فِيْهَا غِنَا ءُ الْحُوْرِ بِالْاَصْوَاتِ وَالْاَلْحَانِ

جنت میں حوریں ایسی خوش الحانی میں گائیں گی کہ کبھی کانوں سے سنا نہ ہوگا۔

---

① ترمذی ضعیف تنقیح ج ۲ ص ۱۱۲۔

② بیہقی، موقوف، الترغیب ج ٤ ص ٢٦٤.

مَا ظَنَّ سَامِعُهٗ بِصَوْتٍ اَطْيَبَ ‏ الْاَصْوَاتِ مِنْ حُوْرِ الْجِنَانِ حِسَانِ

کیا خیال ہے جب سننے والا، جنت کی پیکر حسن حوروں کی عمدہ آواز میں گانا سنے گا تو وہ کیا سمجھے گا۔

نَحْنُ النَّوَاعِمُ وَالْخَوَالِدُ خَيِّرَاتٍ ‏ كَامِلَاتِ الْحُسْنِ وَالْاِحْسَانِ

ہم نرم و نازک ہیں اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔حسن و احسان میں ہمارا کوئی ہم پلہ نہیں۔گا رہی ہوں گی۔اور یہ کہہ رہی ہوں گی۔

لَسْنَا نَمُوْتُ وَلَا نَخَافُ وَمَالَنَا ‏ سَخَطٌ وَ لَا ضِغْنٌ مِّنَ الْاَضْغَانِ

نہ تو ہمیں موت آئے گی، اور نہ ہم مبتلائے خوف ہوں گی، اور نہ ہی ہم ناراض ہوں گی اور نہ ہی کینہ پرور ہوں گی۔

طُوْبٰى لِمَنْ كُنَّا لَهٗ وَكَذَاكَ طُوْ ‏ بٰى لِلَّذِىْ هُوَ حَظُّنَا لَفْظَانِ

مبارک ہے اسے جس کے حصہ میں ہم آئیں۔اور مبارک اس کے لیے جسے ہمارا نصیب ملا ہے۔'' (قصیدہ ۲۲۳)

غور فرمائیں

یہ جنت میں پر لطف موسیقی اور گانے سے وہی کامل طور پر محظوظ ہو گا۔ جو شیطانی گانوں اور آوازوں سے اس دنیا میں خود کو محفوظ رکھے گا۔

ان گانوں میں مقصد، محبوب کے قد، رخسار، اور ابھرے ہوئے اعضاء، محبت اور عشق کے تذکرے ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر جھوٹ اور رب پر بہتان بازی تک نوبت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک نے کہا ہے:

''تقدیر سب سے بڑی حماقت ہے۔'' کوئی کہتا ہے: ''میں کہاں سے آیا ہوں مجھے اس کا علم نہیں۔'' ایک کہتا ہے: ''ہمیں کوئی پتہ نہیں ہم دنیا میں کس لیے آئے ہیں؟'' ایک کہتا ہے: ''وجود فنا ہو جاتا ہے مگر آہیں باقی رہتی ہیں۔''

کیا ایسی فضول گفتگو رحمان کے کلام پر مقدم رکھی جا سکتی ہے؟ بلکہ ہمارے زمانہ میں ایسا ہو رہا ہے۔

اگر آپ کار پر سوار ہیں یا کسی بھی ذرائع مواصلات پر ہیں آپ دیکھیں گے، وہ فوراً گانے کی طرف لپکتا ہے۔ اگر اس سے کہا جائے کہ ہمیں قرآن پاک سناؤ تو شیطان اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور وہ غم وغصہ میں جل جاتا ہے۔ اور اچھا برا بکنا شروع کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے:

ہم قرآن نہیں سنیں گے، اللہ اکبر! اللہ کی پناہ اس بہتان پر اور ظلم وطغیان پر بتائیں ایسی لچر قسم کی بات، اللہ منان کے کلام پر مقدم کی جا سکتی ہے۔ افسوس ہے ایسے اللہ کے بندوں پر۔

ان گانے والوں اور گانے والیوں کو دیکھو۔ ان کے سامنے لوگ خشوع وخضوع کر رہے ہیں ان کی قدر افزائی ہوتی ہے لوگ ان کے سامنے سراپائے تعظیم بنے ہوئے

ہیں۔ اور آلات موسیقی وغیرہ سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ بلکہ انہیں عقیدت سے چومتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو واجبات اور فرائض مقرر کیے ہیں ان سے روگردانی کر رہے ہیں اور کھیل کود میں مصروف ہیں۔ بلکہ آج ٹیلیویژن میں ایک گویا جو کچھ کہتا ہے اسے حرف آخر سمجھ کر اس کے سامنے جھکتے ہیں اور علمائے کرام اور شیوخ سے ناراض اور غصہ سے بھرے ہیں۔

کیا جس کے پاس ایک ذرہ برابر عقل ہو۔ وہ یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ایک حرام کلام اور گانے والیوں کا دیدار اور نشی گلوکاروں کا کلام اور گانا حلال ہو سکتا ہے۔ کبھی حلال نہیں کہہ سکتا ہے۔ وہ گانے کو حرام ہی کہے گا۔

جو اپنے کانوں کو محبت و عشق سے بچا کر رکھے گا۔ وہ حوروں کی شیریں آواز سے سامعہ نواز ہوگا۔ بلکہ وہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز سنے گا۔ اور یہ اسرافیل کی آواز سنے گا۔ جب وہ علیم وعلام رب کی بزرگی بیان کریں گے۔ اور صاحب عظمت و انعام کی تعریف کریں گے اور یہ رحمان ذوالجلال والاکرام کے کلام سے لذت اندوز ہوگا۔ قصیدہ نونیہ میں ہے:

1. اپنے کانوں کو دنیا کی موسیقی سے دور رکھو، اگر تمہارا ارادہ ہے کہ جنت کا گانا سنو۔
2. ادنیٰ کو اعلیٰ پر ترجیح نہ دو، کہ تم اس جنتی گانے سے محروم رہو گے، اور یہ محرومی بڑی ذلت آمیز ہے۔
3. ادنیٰ کو اعلیٰ پر ترجیح دینا بڑا نقصان دہ معاملہ ہے۔
4. واللہ! گانے والوں کا گانا، دل اور ایمان کے لیے اتنا ہی زیادہ زہر آلود ہے جتنا کہ بدن میں زہر قاتل ہے۔
5. واللہ! یہ ہمیشہ اس کی عادت رہی ہے۔ جس نے رحمان کے ساتھ شرک کیا ہے کہ وہ گانے سنتا ہے۔
6. دل رب کا گھر ہے اگر یہ محبت اور اخلاص اور احسان کے ساتھ ہو۔
7. جب یہ گانے سننے سے وابستہ ہو جائے تو بوجھل ہو جاتا ہے۔

8. کتاب اللہ کی محبت اور خوش الحان گانوں کی محبت بندے کے دل میں یکجا نہیں ہو سکتی۔
9. کتاب اللہ اس وقت لوگوں پر بوجھ بن جاتی ہے، جب یہ ایمان کے احکام کی پابند کرتی ہے۔
10. کھیل کود لوگوں پر بہت آسان ہے کیونکہ اس میں انہیں خوشی اور سر سننے کو ملتی ہے۔
11. ایک بدن کی خوراک ہے اور قرآن پاک دل کی خوراک ہے۔ یہ دونوں خوراکیں برابر نہیں۔
12. بدن کی خوراک وہی لیتا ہے یعنی گانا وہی سنتا ہے جس کے نصیب میں نقصان ہے۔ جاہل لوگ، بچے اور عورتیں جو ہیں۔
13. اس گانے میں جتنی زیادہ لذت ہے اتنی ہی اس میں صحیح عقل کی قلت ہے۔ اس کی معرفت رکھنے والوں سے پوچھ لو۔
14. اے فاسق لوگوں کی ذلت، تمہاری لذت نیکوکاروں کی مانند نہیں۔ عقل بھی یہی کہتی ہے۔ اور قرآن بھی یہی کہتا ہے۔[1]

① قصيده نونيه (ص/۲۲۳).

حوروں سے مقاربت

جو جنت میں داخل ہوگا، وہ دل پسند کھانے کھائے گا، لذت انگیز جام نوش کرے گا۔ نہ تھکے گا، نہ بے چین ہوگا۔ نہ پسینہ آئے گا۔ نہ بول و براز ہوگا۔ نہ تھوک ہوگی نہ بلغم ہوگی۔

بیوی ماہتاب سے حسین تر ہوگی، اور جماع کے تمام اسباب جمع ہوں گے، جماع میں سو آدمی کی قوت ملے گی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب کا ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہا: اے ابوالقاسم! تم کہتے ہو: اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے، آپ نے فرمایا: ہاں!

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ اِنَّ اَحَدَهُمْ لَیُعْطٰی قُوَّةُ مِائَةِ رَجُلٍ فِیْ الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ.

''اس ذات کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان جس کے ہاتھ میں ہے۔ جنتی کو کھانے پینے اور جماع میں سو آدمی کی قوت دی جائے گی۔''

ظاہر ہے جو کھاتا، پیتا ہے اسے حاجت بھی اتنی ہی ہوتی ہے۔ مگر جنت میں گندگی نہ ہوگی۔ ان کے جسموں سے پسینہ بہے گا جس طرح کستوری ہے اس طرح خوشبو ہوگی، اور پیٹ بیٹھ جائے گا، یہی حاجت ہے۔[1]

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

---

[1] احمد، نسائی و رواته محتج فی الصحیح، والطبرانی باسناد صحیح، الترغیب والترهیب ج ٤ ص ٢٥٨. ابن حبان فی صحیحه، والحاکم والنسائی.

گیا کیا ہم جنت میں اپنی بیویوں تک رسائی حاصل کریں گے۔ فرمایا:

"آدمی ایک دن میں سو دوشیزاؤں تک رسائی حاصل کرے گا۔" ①

اس بارے میں صحابہء کرام اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ستر، ستر برس تک مصروف جماع رہیں گے۔ نہ تو جنابت ہوگی۔ نہ ناتوانی ہوگی، نہ قوت کمزور پڑے گی، بلکہ لذت کا حصول ہوگا۔ ایسی نعمت ہوگی جسے کبھی آفت نہ آئے گی۔ ②

جب بیویوں سے جماع ہوگا دوبارہ وہ دوشیزہ ہو جائیں گی۔ ③

یہ بات بھی حیرت زدہ کرنے والی ہے کہ وہ عورتیں جنابت اور نجاست سے پاک ہوں گی۔ حیض ونفاس سے پاک ہوں گی، گناہ اور عیب سے پاک ہوں گی، لغو اور جھوٹ سے پاک ہوں گی، منی، مذی، ودی سے پاک ہوں گی، فحش گوئی، بدزبانی سے پاک ہوں گی، ارشاد باری ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [البقرة:٢٥]

"اور خوشخبری دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے ایسی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب ان سے پھلوں سے رزق دیا جائے گا تو کہیں گے۔ یہ تو وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے۔ وہ دیئے جائیں گے ملتا جلتا۔ اور ان کے لیے بیویاں ہیں پاکیزہ اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔"

ازواج مطہرہ، پاکیزہ بیویوں سے مراد، ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: گندگی اور آلودگیوں سے پاک ہوں گی۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حیض، پیشاب، پاخانہ، بلغم، تھوک، منی اور اولاد سے پاک

① حادی الارواح (۲۱۱) ورجال هذ الحديث عندي علىٰ شرط الصحيح.

② حادی الارواح ص ۲۱۸. ③ طبرانی. حادی الارواح ۲۱۷.

ہوں گی۔قتادہ کہتے ہیں گندگی، گناہ سے پاک ہوں گی۔ ①

اسی آیت کی مانند سورت آل عمران (۱۵) اور سورت النساء (۵۷) میں آیا ہے ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فَاكِهُوْنَ ○ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ﴾ [يٰسٓ : ٥٥-٥٦]

''بے شک جنت والے آج شغل میں خوش ہوں گے۔یہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن مسیّب، حضرت عکرمہ، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت اعمش، حضرت سلیمان تیمی، حضرت اوزاعی رضی اللہ عنہم اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان کا شغل بکارت توڑنا ہوگا۔ ②

یہ کیسا بہترین شغل ہے۔غم ہو، پریشانی ہو، مصائب و آلام ہوں، دوزخ والوں کا عذاب ہو، ان سے انہیں رہائی ہوگی۔اور انہیں کوئی دردناک عذاب نہ ہوگا۔ بلکہ خوشحالی اور لطف اندوزی کے تمام وسائل سے انہیں نوازا جائے گا، اور ہمیشہ کے لیے ہر آفت، ہر نقص، ہر بدبختی، اور ہر اکتاہٹ اور تھکاوٹ سے انہیں محفوظ رکھا جائے گا۔

یہ شغل کیوں نہ ہو، یہ ایسی حوروں سے لطف اندوزی ہوگی۔جس سے تمام فوائد یکجا ہوں گے، سینہ پر راحت، دل سلامت، فارغ البال، قوتِ بدن بر حال، دراز جسم اور سو آدمیوں جتنی قوت جماع، اور ستر برس تک شہوت جاری رہے گی۔ یہ حوروں سے شب باشی کی لذت کیوں نہ ہو، جو اپنے جمال میں اپنے حسن میں اتنی زیادہ آگے جا چکی ہوں کہ اگر وہ ہتھیلی دنیا کے سامنے نکالیں تو مخلوق ان کے حسن کے فتنہ میں مبتلا ہو کر خود کو بھول جائیں۔

اور اگر ان کا معمولی سا موتی نمودار ہو جائے تو مشرق و مغرب اس سے روشن ہو جائے۔اگر وہ جھانک لیں تو زمین خوشبو سے معمور ہو جائے۔اور ان کی پنڈلیوں کی

---

① ابن كثير ج ١ ص ٦٣. ② تفسير ابن كثير ج ٣ ص ٥٧٥.

سفیدی ان کے لباس کے درمیان سے نظر آئے۔

اور یہ حوریں اپنے خاوندوں کے ساتھ کیوں مشغول نہ ہوں۔ وہ حسن یوسف کے مالک ہوں گے، بے داڑھی مونچھ، سرگیں آنکھوں والے ہوں گے، جوانی کبھی ختم نہ ہوگی۔ لباس بوسیدہ نہ ہوگا۔ ایوب علیہ السلام والا درد دل ہوگا۔ آدم علیہ السلام کے برابر ساٹھ ہاتھ قد ہوگا۔ اور عمر تینتیس برس ہوگی۔

ان لذتوں سے وہی شاد کام ہوگا، جو خود کو دنیا میں، زنا، لواطت، بوس وکنار، غیر عورتوں سے مصافحہ کرنے سے، اور نظر حرام سے بچائے گا۔

اور جو دنیا میں شراب نوشی کرے گا، اسے آخرت کی شراب سے محروم کر دیا جائے گا۔ ①

اور جو دنیا میں ریشم پہنے گا آخرت میں ریشم سے محروم ہوگا۔ ②

اور جو دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھائے گا، آخرت میں ان سے محروم ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا، غیر مسلموں کو یہ دنیا میں ملے ہیں تمہیں آخرت میں ملیں گے۔ ③

اسی طرح جو دنیا میں خود کو زنا سے نہ بچائے گا وہ حوروں سے محروم رہے گا۔ اس لیے اسے چاہیے۔ عفت و پاکدامنی اپنائے، خود کو برائی سے محفوظ رکھے اور پاکیزہ نفس ہو۔ جو اپنی اچھائیاں اور لذتیں اسی دنیا میں پوری پوری حاصل کرے گا۔ وہ آخرت کی لذتوں سے محروم ہوگا۔

اللہ سبحانہ، وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ [الاحقاف: ۲۰]

''تم اپنی اچھائیاں اپنی دنیا میں لے گئے۔ اور تم نے ان کے ساتھ فائدہ اٹھایا۔''

---

① بخاری ۵۵۷۵. مسلم ۲۰۰۳. عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

② بخاری ۵۵۷۵. مسلم ۲۰۶۹.

③ بخاری ۵۴۲۶. مسلم ۲۰۶۷. مسلم ۲۰۶۵.

یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم اس سے بہت زیادہ خوفزدہ رہا کرتے تھے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ والوں کا ایک وفد آیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

ہم بھی روزانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے۔ وہ تین روٹیاں روزانہ کھاتے تھے۔ کبھی تو گھی بطور سالن کھاتے، کبھی زیتون کا تیل ہوتا، کبھی دودھ کے ساتھ کھاتے، ایسا بہت کم ہوا ہے کہ گوشت بطور سالن کھائیں۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفد سے کہا: واللہ! میں اندازہ لگا رہا ہوں کہ میں جو تمہاری مہمانی کر رہا ہوں۔ وہ تمہیں پسند نہیں۔

اگر میں چاہتا تو تمہیں بہترین کھانا کھلاتا اور تمہیں پرنزاکت زندگی سے ہمکنار کرتا۔ لیکن میں سن رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو ڈانٹ رہا ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ تم نے دنیا میں سارے فائدے اٹھا لیے۔ اب کچھ نہیں۔

یاد رکھیں، جو حرام لذت چھوڑتا ہے اللہ کی رضا کے لیے تو اسے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کے عوض کامل ترین صلہ دیں گے۔

اور جو یہیں لذت حاصل کرے گا تو اسے روزِ قیامت محروم رکھیں گے۔ جو معصیتوں اور نافرمانیوں اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی لذت میں گرے گا۔ اللہ اسے قیامت کی لذتوں سے محروم کر دے گا۔ اور اللہ کے لیے شہوات کو چھوڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ اس دن لذت آشنا کرے گا۔[1]

[1] حادی الارواح، امام احمد.

مؤمن کو ملنے والی حوروں کی تعداد

① ایک مؤمن کو جنت میں دو حوریں ملیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا۔ تو ان کے چہرے ماہ بدر کی مانند چمکتے ہوں گے۔ اور جو ان کے بعد داخل بہشت ہوں گے وہ آسمان میں دمکتے اور چمکتے ستاروں کی مانند روشن ہوں گے۔

نہ تو جنتی پیشاب کریں گے۔ نہ حاجت ہوگی، نہ بلغم ہوگی، نہ تھوکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ ان کا پسینہ کستوری کی مانند ہوگا، اگر بتی سے خوشبو مہک رہی ہوگی۔ ان کی بیویاں حوریں ہوں گی۔ ایک آدمی کی مانند ان کے اخلاق ہوں گے، ان کی صورتیں اپنے باپ آدم علیہ السلام کی مانند ہوں گی قد کی بلندی ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ [1]

ایک دوسری روایت میں ہے ان بیویوں کی پنڈلیوں سے اور گوشت کے اندر سے ان کی مخ نظر آئے گی، اتنی حسن نزاکت سے تیار ہوں گی۔ ان میں بغض نہ ہوگا۔ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔ [2]

② شہید کو بہتر حوریں ملیں گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ خِصَالاً.

اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے خصوصی عنایات ہیں:

---

① بخاری، مسلم کتاب صفة الجنة. ② حوالہ مذکورہ.

❶ اس کے قطرۂ خون گرنے سے پہلے ہی اسے بخش دیا جاتا ہے۔

❷ اسے جنت میں ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔

❸ اور اسے زیورِ ایمان سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

❹ اسے عذابِ قبر سے بچایا جاتا ہے۔

❺ اور بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔

❻ اس کے سر پر تاجِ وقار رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت ساری دنیا سے بہتر ہوگا۔

❼ اور اس کی شادی بہتر حوروں سے ہوگی۔

❽ اور یہ اپنے قریبی رشتہ داروں میں ستر انسانوں کی سفارش کرے گا۔[1]

③ جنت میں ایک مؤمن کے لیے کیا ہی اچھی چیزیں تیار ہیں۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں مؤمن بندے کے لیے ایک ہی موتی سے خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل تک ہوگی وہاں اس کے گھر والے ہوں گے۔ ایک دوسرے پر گردش کریں گے مگر نظر نہ آئیں گے۔[2]

④ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جنت میں ایک بازار ہوگا۔ ہر جمعہ کو یہاں جنتی آئیں گے۔ شمال کی طرف سے ہوا چلے گی۔ ان کے چہروں اور لباس پر کچھ چھڑکے گی جس سے جنتیوں کے حسن و جمال میں اضافہ ہوگا۔ وہ اپنے گھر آئیں گے۔ تو ان کے گھر والے کہیں گے، واللہ! تم نے تو حسن و جمال میں بہت زیادہ ترقی پائی ہے۔ وہ کہیں گے۔ واللہ!

أَنْتُمْ لَقَدْ اِزْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّ جَمَالاً.[3]

''تم بھی ہمارے بعد حسن و جمال میں بڑھ گئے ہو۔''

---

① مسند احمد ج ٤ ص ١٣١. ترمذی ١٦٦٣. ابن ماجه ٢٧٩٩. مقدام بن معدی كرب واسناده صحيح تحريج زاد المعاد ج ٣ ص ٩١.

② مسلم كتاب صفة الجنة و نعيمها، باب في صفة يوم الجنة.

③ مسلم كتاب صفة الجنة و نعيمها، باب في سوق الجنة وما...

ضعیف روایات میں تو بہت زیادہ تعداد آتی ہے۔ مگر صحیح روایات سے تو یہی ثابت ہوا ہے کہ شہید کو بہتر حوریں ملیں گی اور عام مومن کو دو حوریں ملیں گی اور جنت میں نہ تھکاوٹ ہوگی، نہ بے چینی ہوگی۔ نہ تنگی ہوگی، نا بے خوابی ہوگی، نہ کینہ ہوگا، نہ حسد ہوگا، نہ غرور ہوگا نہ خود پسندی ہوگی۔

جو بھی خواہش ہوگی ملے گا وہی ہر ایک اس پر مطمئن نظر آئے گا۔

حوروں کے خاوند بننے والے کے اوصاف

حوروں کے خاوندوں کے اوصاف بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے جامع یہ ہے کہ تقویٰ پیدا کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ○ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ○ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴾ [الدخان : ۵۱-۵۶]

''بے شک پرہیزگار امن والے مقام میں ہوں گے۔ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے، ریشم پہنے ہوئے آمنے سامنے ہوں گے۔ اسی طرح ہم ان کی شادی حوروں کے ساتھ کریں گے، ان میں ہر ایک پھل کی طرف اشارہ کریں گے اور امن میں ہوں گے وہاں موت نہ چکھیں گے مگر پہلی ہی موت اور وہ انہیں دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔''

اس شادی کی جلالت وعظمت پر غور کرو۔ ایک پیارا اپنی پیاری بیوی کو ملے گا۔ جو بڑے ہی شغف اور محبت سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔ اور شادی بھی ہوگی، جس میں اور کوئی ولی نہیں، کوئی گواہ نہیں۔ اور کسی کی اجازت نہیں۔ ولی خود حی القیوم رب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی نگہبان ہے اور گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ○ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا إِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ﴾ [آل عمران : ۱۵-۱۷]

''کہہ دو، کیا میں تمھیں اس سے بہتر نہ بتاؤں، ان لوگوں کے لیے جو ڈر گئے ان کے رب کے پاس بہشتیں ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان میں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوگی، اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ جو بندے کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہ صبر کرنے والے ہیں سچ بولنے والے ہیں فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں۔ اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں۔''

یہاں متقی لوگوں کے اوصاف شمار کیے گئے ہیں کہ وہ صبر کرتے ہیں سچ بولتے ہیں عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور سحری کے وقت تہجد پڑھتے ہیں۔

اس سے پہلے سورت البقرہ آیت (۲۵) میں گزرا ہے اور سورت النساء (۵۷) میں بھی بیان ہوا ہے کہ ایمان اور عمل صالح حوروں کا حق مہر ہیں۔ اور یہ دونوں ہی تقویٰ کے رکن اور تقویٰ کا لب لباب اور نتیجہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قرابت اور حوروں کے حق مہر میں بھی اعلیٰ درجہ تقویٰ ہی کو حاصل ہے اور تقویٰ والے اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں آگے ہوتے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ○ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ○ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ○ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ لَا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ○ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ○ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ○ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ○ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الواقعہ: ۱۰۔۲۴]

''آگے بڑھنے والے، یہی مقرب ہیں۔ نعمتوں والی جنت میں ہوں گے، ایک جماعت پہلوں سے، اور بعد والوں سے تھوڑے ہوں گے، جڑے ہوئے تختوں پر ٹیک لگائے آمنے سامنے بیٹھیں گے ان پر ہمیشہ رہنے والے لڑکے گردش کریں گے۔ آبخورے اور آفتابے اٹھائے ہوں گے اور تازہ شراب کے پیالے نوش کریں گے۔ جن سے نہ تو ان کے سر چکرائیں گے اور نہ ہی عقلیں خراب ہوں گی۔ اور جو یہ پسند کریں گے وہ میوہ جات ہوں گے۔ اور ان کی پسند کے مطابق پرندوں کا گوشت ہوگا۔ اور موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ جو محفوظ کیے ہوئے موتیوں کی مانند ہوں گی۔ یہ بدلہ ہوگا جو وہ عمل کرتے رہے ہیں۔''

جنت کی حوروں کا اصل حق مہر تو اخلاص ہے۔ یہی اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اور یہی انسان کا ساتھی ہے۔ اور اسی سے صدیقیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ جو کہ اخلاص کی انتہائی منزل ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ○ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ○ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ○ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ○ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ

مَّكْنُونٌ﴾ [الصافات : ٤٠۔٤٩]

''اللہ کے مخلص بندے جو ہیں۔ ان کے لیے رزق ہو گا جو مقرر کیا گیا ہے۔ پھل ہوں گے اور وہ عزت وتکریم کیے جائیں گے۔ نعمتوں سے لدی جنت میں ہوں گے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو ان پر نظریں جمائے ہوں گی۔ گویا وہ محفوظ رکھے ہوئے انڈے ہوں گی۔''

اخلاص ہی تقویٰ کی روح اور درستگی ہے اور اس کا قلب وجگر ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

① ایک قوم ایسی ہو گی جسے اللہ تعالیٰ نے ہیشگی کے گھر کے لیے چن لیا ہے۔ اور ہمارے مولا، اور ہمارے بادشاہ اللہ نے انہیں بہت بڑے انعام کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

② اگر تم انہیں کل ان کی سلطنت کے محل میں دیکھو گے تو وہ کائنات کے سب سے بڑے زیور سے آراستہ تاج پہنائے جائیں گے۔

③ لوگوں کا آقا انہیں جنت الفردوس کی طرف بلائے گا اور یہ سوار ہو کر آئیں گے انہیں اپنی زیارت اور سلام سے نوازے گا۔

④ عمدہ اونٹنیوں پر سوار ہوں گے، تاکہ انہیں لے کر اڑیں۔ اور جواہر کے بنے گھوڑے ہوں گے اور مرجان سے بنی ان کی زینیں ہوں گی۔

⑤ جب یہ دارالسلام میں جائیں گے، تو رب رحمان ان کے لیے اپنا چہرہ نمایاں کرے گا۔

⑥ تو یہ سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی عزت کی قسم اٹھا کر پکاریں گے، کہ میں نے تمہیں اپنے پڑوس اور قرب کے لیے پسند کر لیا ہے۔

⑦ میں نے تمہارے لیے نعمتوں کا گھر پیدا کیا ہے۔ تم یہاں نہ تو کوئی تنگی دیکھو گے۔ اور نہ ہی تمہیں کسی غم کا اندیشہ ہو گا۔

هٰذَا النَّعِيمُ الَّذِي لَا يَنْقَضِي اَبَدًا وَلَا تُغَيِّرُهُ الْاَزْمَانُ اَلْوَانًا

⑧ یہ وہی نعمتیں ہیں جو کبھی ختم نہ ہوں گی، اور ان کی رنگینیوں کو زمانہ کی گردشیں مدہم نہ کرسکیں گی۔

وَهُوَ الْجَزَاءُ لَكُمْ مِنِّي عَلٰى عَمَلٍ اَخْلَصْتُمُوْهُ وَكُنْتُمْ فِيَّ اِخْوَانًا

⑨ یہ اس عمل کا عوضانہ ہے جو تم نے میرے لیے کیے ہیں۔ اور تم پیکر اخلاص ثابت ہوئے اور میری وجہ سے بھائی بھائی بن کر رہے۔''

❷ حوروں کا حق مہر

رب کائنات کا خوف بھی حوروں کا حق مہر ہے۔ اس کے سامنے کھڑا ہونا، اور اس کی قدر ومنزلت کرنا، اگر بندگانِ الٰہی اس رب کی صحیح قدر جان لیں تو یہ کبھی کسی غیر کی عبادت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ ذَوَاتَا اَفْنَانٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَّجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ [الرحمٰن: ٤٧-٦٠]

''اور اس کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا دو جنتیں ہیں۔ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟ وہ باغ شاخوں والے ہوں گے۔ ان میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ اور ان میں ہر قسم کے میوہ جات کی دو قسمیں ہوں گی۔ اور یہ ایسے بچھونوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔ جن

کے اندر س ریشم سے ہوں گے، اور یہ دو قریب قریب باغوں سے پھل چنیں گے......احسان کا بدلہ احسان ہے۔''

رب تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف ذکر وفکر پر مشتمل ہے۔ اور اس کی صفات واسماء کی واقفیت پاتا ہے۔ یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو ایسا کرنے والا، اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ یہ نہیں کہ خالی یہ کہے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈرنا نہیں بلکہ اس کے اسماء وصفات سمجھنے کے بعد اس کے مطابق عمل کرنا اسے ڈرنا کہتے ہیں۔

جب اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر ہوگا تو اسی کی عبادت ہوگی، پرہیزگاری پیدا ہوگی، اس کا شکریہ ادا ہوگا۔ اس کی یاد ہوگی۔ اسی کا مشاہدہ ہوگا، اسی کا مراقبہ ہوگا۔ یہ صدیقوں میں سے ہوگا۔ مقرب لوگوں میں سے ہوگا۔ سبقت والوں میں سے ہوگا، یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے۔

یہ آیت کہ جو اپنے رب سے ڈر گیا اس کے لیے دو بہشتیں ہیں، نازل ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوئی ہے۔ ①

خوف خدا تقویٰ کا لب لباب ہے۔ تقویٰ، اتقاء سے ہے۔ اور اتقاء، خوف اور احتیاط کو کہتے ہیں۔ رب کائنات کا خوف ایک اعلیٰ درجہ کا عملی تقویٰ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ ان آیات کے موضوع کو اس طرح ختم کیا ہے۔

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ [الرحمٰن : ٦٠]

یعنی جس پر توحید کا احسان ہوا اس کا بدلہ صرف جنت ہے۔ جس نے اللہ کی معرفت اور توحید کی نعمت کو پایا۔ وہ جنت میں رہے گا۔ اور اللہ کی قدس ورحمت کی جناب میں رہے گا۔ ②

اور محسن لوگوں کو ہی متقی قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ

① تفسیر ابن کثیر ج ٤ ص ٢٧٦. ② تفسیر قرطبی ج ١٧ ص ١٨٢.

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ○ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِينَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ وَ الَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَ مَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَ هُمْ يَعْلَمُونَ ○ أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَ نِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِينَ ﴾ [آل عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۶]

''اور جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ خوشی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں۔ اور غصہ پی جاتے ہیں۔ اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ جب ان سے بے حیائی ہو جائے یا اپنی جانوں پر ظلم ہو جائے تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ گناہوں کو صرف اللہ ہی معاف کرتا ہے اور یہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں۔ ان کے لیے مغفرت بدلہ ہے ان کے رب کی طرف سے اور باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اچھا ہے اجر عمل کرنے والوں کا۔''

حوروں کے ہونے والے خاوند کے اوصاف ان آیات میں بیان ہوئے ہیں:

1. تنگی اور خوشحالی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
2. غصہ پی جاتے ہیں۔
3. لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔
4. احسان کرتے ہیں۔
5. توبہ کرتے ہیں اور گناہوں پر پشیمان ہوتے ہیں۔
6. گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔
7. استغفار کرتے ہیں۔

وہ پندونصائح جو حوروں کے حق مہر ہیں

انہیں غور سے حاضر دماغ ہو کر سنیں:

1. خبردار! برائیوں سے باز آ جا۔ اور توبہ کر اور محنت کر، ہم نے دیکھا ہے کہ محنت کرنے والا، درستگی پا لیتا ہے۔
2. سچا عزم لیے آگے بڑھ اور اللہ کی جناب میں جو بہت وسیع وکشادہ ہے، جھکنے والا ہو جا۔
3. صالح کردار لوگوں کا بھائی اور ساتھی رہ، اور اس دنیا میں راہ گزر کی مانند ہو جا۔
4. ہر بے حیائی سے بددل ہو جا۔ اور بھلائی میں ماہرانہ پیش قدمی والا ہو جا۔
5. دنیا کی زیبائش کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ۔ اپنے پیارے مولیٰ کا بندہ بن جا۔
6. جو دنیا کی سجاوٹوں کی اطلاع پاتا ہے۔ وہ ان میں پنجہ آزمائی کرتا ہے۔
7. حرام کاموں سے نگاہ پھیرے، یہ عقلمند کو فتنہ میں ڈال دیتی ہیں۔
8. آنکھوں کی خیانت، جنگل کے شیر کی مانند ہے۔ جب تو اسے بیکار چھوڑے گا تو حملہ آور ہو جاتا ہے۔
9. جو فضول نظر بازی سے آنکھ پست رکھتا ہے۔ وہ اپنے دل میں عمدہ روحانیت پاتا ہے۔
10. گفتگو میں زبان کو بے لگام نہ کر، اس سے تیرے خلاف کینہ پروریاں اور گناہ رخ کر لیں گے۔
11. ہمہ وقت زبان کو ذکر الٰہی سے تر رکھ۔
12. جب تاریکی شب اپنے پردے لٹکا دے تو نماز پڑھ۔ تنگ دل نہ پڑ جا۔
13. یہ کارِ خیر سرانجام دے گا تو جب تو قبر میں رکھا جائے گا تو انس اور محبت پائے گا۔ جب تو ساتھیوں اور نسب والوں سے جدا ہو گا، تو یہ کارنامے تیرے ہم نوا ہوں

گئے۔

14 حسبِ طاقت روزے رکھ تو اس وقت سیرابی پائے گا۔ جب تو پیاسا ہو کر گھسیٹا جائے گا۔

15 پوشیدہ و ظاہر صدقہ کر، کنجوسی نہ کر، کشادہ رو اور نوازشات والا ہو جا۔

16 جو تو آگے بھیجے گا وہ اس وقت تیرا سایہ بنے گا جب لوگ مصائب کا شکار ہوں گے۔

17 اچھے اخلاق و عادات والا بن جا، اور عدل گستر ہو جا۔ خندہ رو ہو جا، پیشانی پہ شکنوں والا، اور غضبناک نہ ہو جا۔

ایک عمدہ خواب

علی طلحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے خواب میں ایک عورت دیکھی جو دنیا کی عورتوں سے نرالی تھی۔ میں نے کہا، تو کون ہے؟ اس نے کہا میں حور ہوں۔ میں نے کہا: تو مجھ سے شادی کر لے۔ کہنے لگی: یہ پیغام نکاح میرے آقا کو دو اور میرا حق مہر دو۔ میں نے کہا تیرا حق مہر کیا ہے؟ کہنے لگی: دنیاوی آفات سے خود کو روک کر رکھو۔ [1]

اللہ سے ڈرنے والے سویا نہیں کرتے

سحنون بیان کرتے ہیں کہ مصر میں ایک آدمی تھا۔ جسے سعید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کی والدہ بہت ہی زیادہ عبادت گزار تھیں۔ جب سعید عبادت کرتا تو اس کی والدہ اس کے پیچھے کھڑی ہوتی۔ جب سعید پر نیند غلبہ کرتی تو اس کی والدہ اسے پکارتی۔ سعید!

جو آگ سے ڈرتا ہے، اور خوبرو حوروں سے شادی چاہتا ہے۔ وہ سویا نہیں کرتا، تو سعید مرعوب ہو کر اٹھ بیٹھتا۔ [2]

---

① احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۵۵۔ ② التذکرہ ج ۲ ص ۵۵۸۔

فَیَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ بَادِرْ اِلَی التُّقٰی وَسَارِعْ اِلَی الْخَیْرَاتِ مَادُمْتَ مُھْمَلً

''اے انسان! جلدی سے تقویٰ اختیار کر لے اور ہمیشہ بھلائیوں کی طرف جلدی کر بیکار نہ بیٹھ۔

وَاَکْثِرْ مِنَ التَّقْوٰی لِتَحْمِدَ غِبَّھَا بِدَارِ الْجَزَاءِ دَارٌ بِھَا سَوْفَ تَنَزَّلُ

تقویٰ کثرت سے اختیار کرو، تاکہ اس کے نتیجہ کو جزاء کے دن بل قدر طور پر حاصل کر سکو، وہ ایسا گھر ہے عنقریب وہاں تم نے اترنا ہے۔''[1]

سامانِ جنت کی قیمت

آگاہ رہیں۔ اللہ کا سامان جنت ہے۔ جو نہایت ہی گراں بہا ہے۔ یہ سامان اللہ تعالیٰ نے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں پر پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴾ [التوبہ: ۱۱۱]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ یہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں، قتل کیے جاتے ہیں، اس کا وعدہ سچا ہے، تورات، انجیل اور قرآن میں، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون عہد پورا کرنے والا ہے۔ خوش ہو جاؤ۔ اپنی اس تجارت کے ساتھ جو تم نے اس کے ساتھ کی ہے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

حضرات غور فرمائیں! خریدار اللہ تعالیٰ ہے۔ فروخت کرنے والے مؤمن مرد اور عورتیں ہیں۔ جو چیز فروخت ہوئی وہ جان و مال ہے۔

[1] التذکرہ ۲۔ ص ۵۵۸۔

جس چیز کی کمائی ہوئی یا جو چیز جاگیر بنی وہ جنت ہے۔ ضمانت قرآنِ پاک دے رہا ہے۔

واہ! یہ تجارت کتنی ہی سراپا خیر ہے۔

جنت کی وراثت کی شرائط

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة: ۱۱۲]

''توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، تعریف کرنے والے، روزے رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، ان ایمانداروں کو خوشخبری دے دو۔''

(۲) یہ تو مردوں کے اوصاف تھے۔ خواتین جنت کے اوصاف بھی بیان ہوئے ہیں سماعت فرمائیں:

﴿ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الاحزاب: ۳۵]

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی

عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی عصمتوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے مغفرت تیار کی ہے اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

یہ ہیں وہ اوصاف جو جنت کی جاگیر کا وارث بناتی ہیں۔ مرد و خواتین اٹھیں۔ اور وراثت کے حصول کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

محل نظر

حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ

ماں کی بددعا صوفی بیٹے حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کو لے بیٹھی

بنواسرائیل میں ایک بہت بڑا راہب یعنی صوفی گزرا ہے۔ اس کا نام جریج رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح بخاری اور مسلم میں اس کا واقعہ نقل ہوا ہے.... اس واقعہ کے مطابق بنواسرائیل کے اس نیک نوجوان صوفی نے بستی سے باہر ایک حجرہ بنا رکھا تھا۔ اس میں وہ اللہ کی عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہتا۔ ایک دن اس کی والدہ اسے ملنے کے لیے آئی اور باہر سے ہی بیٹے کو آواز دی۔ بیٹا نماز پڑھ رہا تھا۔ جریج رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں کہا کہ والدہ کا جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟ اور پھر وہ نماز میں مشغول رہا۔ دوسرے دن پھر والدہ ملنے کو آئی تو اب بھی جریج رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہا تھا۔ ماں نے آواز دی اور بیٹا دل میں کہنے لگا کہ اے اللہ! وہ میری ماں ہے جو آواز دے رہی ہے اور یہ میری نماز ہے، اب کیا کروں؟ اور پھر وہ نماز ہی پڑھتا رہا اور ماں انتظار کر کے آخر کار چلی گئی۔ تیسرے دن ماں آئی تو پھر اسی طرح ہوا کہ جریج رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھتا رہا...... اس پر ماں کو غصہ آیا اور وہ بددعا دینے لگی۔ اس نے کہا:

"اے اللہ! اس (صوفی) کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے"۔

ماں کی دعا اللہ کے دربار میں قبول ہوگئی۔ اس لیے کہ وہ تو ماں کی ممتا تھی، وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے، ملاقات کرنے اور باتیں کرنے کے لیے آئی تھی تاکہ بیٹے کو دیکھ کر اس کا سینہ ٹھنڈا ہو لیکن بیٹا جو نفلی نماز میں منہمک تھا وہ نماز ہی پڑھتا رہا، اسے لمبا کرتا رہا مگر ماں کو اس کا حق نہ دے سکا لہٰذا ماں کے منہ سے بددعا نکل گئی۔ اب ہوا یہ کہ

بنو اسرائیل کہ جن کے اندر حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت، ریاضت اور ذکر الٰہی کی شہرت تھی اور ان کے اندر جریج رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر و تذکرہ چلتا رہتا تھا... انہی کے ایک گروہ میں ایک بدکار عورت آئی جو بڑی حسین تھی اور اس کا حسن بھی معروف و مشہور تھا۔ وہ کہنے لگی تم جریج رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی باتیں کرتے ہو، اس کی عبادت اور تقویٰ کا بہت چرچا کرتے ہو اگر وہ مجھے دیکھ لے تو سب کچھ بھول کر میرا ہو جائے اور اگر تم تجربہ کرنا چاہتے ہو تو میں اسے اپنے حسن کا قیدی بنا کر دکھاتی ہوں۔ اور یوں بھی مذکور ہے کہ بعض لوگوں نے باقاعدہ اس کا پروگرام بنایا اور وہ حسینہ اس پروگرام کے مطابق جریج رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی اور اس کے سامنے جا کر اسے ہر ناز و نخرہ دکھلانے لگی، اپنے حسن کی کمندیں اس پر ڈالنے لگی، بدکاری کی طرف جریج رحمۃ اللہ علیہ کو راغب کرنے لگی مگر جریج رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا اور اس کے فتنے سے محفوظ رہے۔

قارئین کرام! حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ فتنے سے تو بچ گئے مگر ماں کی دعا قبول ہوگئی کہ ایک بدکردار کا چہرہ حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا پڑ گیا۔ جی ہاں! اسی پر بس نہیں بلکہ جناب جریج رحمۃ اللہ علیہ کو ابھی تو ایک بار اور اس حسینہ عالم کے حسین مگر بدکردار چہرے کو دیکھنا ہے اور اس کی نحوست کے منحوس لمحات کا بھی نظارہ کرنا ہے... اس بدکارہ نے جریج رحمۃ اللہ علیہ کی بے رغبتی کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا، اپنی توہین گردانا، اپنے حسن کو بے حرمت ہوتا ہوا محسوس کیا لہٰذا جھوٹی اور شیطانی عزت کے چکر میں اب اس نے ایک اور کھیل کھیلنے کا فیصلہ کیا۔

بکریوں کا ایک چرواہا جو جریج رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کرتا تھا، یہ عورت اس چرواہے کے پاس چلی گئی، وہ بکریاں چرا رہا تھا، جنگل میں اکیلا تھا اور وہاں یہ حسینا عالم اس کے پاس جا پہنچی۔ اس کو پھنسا لیا، بدکاری پر اسے راضی کر لیا دنوں پہ دن... ہفتوں پہ ہفتے اور مہینوں پہ مہینے گزر گئے، آخر اس کنواری بدکارہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی قوم نے پوچھا یہ کہاں سے اور کیسے آ گیا تو اس نے جریج رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے دیا۔

اب اس کی قوم کے لوگ آگے بڑھے، ان کا جم غفیر جریج رحمۃ اللہ علیہ کی کٹیا کی

طرف چلنے لگا۔ وہ حجرہ نما کٹیا ذرا بلند جگہ تھی۔ لوگوں نے اس پر دھاوا بول دیا۔ کٹیا کو ڈھا دیا اور جریج رحمۃ اللہ علیہ کو مارتے پیٹتے نیچے لے آئے۔ جتنے منہ اتنی باتیں دیکھو! یہ ہے صوفی اور اس کے کام دیکھو۔ آخر ان کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو جریج رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا مجھے یہ تو بتلاؤ کہ میرا جرم کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم لوگوں نے میری کٹیا ڈھا دی اور مار مار کر برا حال کر دیا۔ انہوں نے کہا تو نے فلاں حسینہ سے بدکاری نہیں کی؟ اس کے ہاں تیرا بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جریج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ وہاں پہنچے تو جریج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے تھوڑی سی مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے مہلت دے دی۔ اب سارے لوگ دیکھ رہے ہیں، جریج رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کیا، پھر نماز پڑھی اور اس کے بعد پلٹ کر بچے کی طرف آیا۔

لامحالہ بچہ ماں کی گود میں تھا۔ اب پھر جریج رحمۃ اللہ علیہ کو بدکار عورت کا چہرہ دیکھنا پڑا۔ وہ پاس آئے، بچے کے پیٹ پر چوکا لگایا اور بچے کو مخاطب کر کے کہا: ''تیرا باپ کون ہے؟'' بچہ بول پڑا اور کہنے لگا: ''فلاں چرواہا میرا باپ ہے'' بس بچے کا بولنا تھا کہ لوگ جریج رحمۃ اللہ علیہ پر محبت و عقیدت سے ٹوٹ پڑے، کوئی اسے چوم رہا تھا اور کوئی اپنا ہاتھ اس کے جسم سے لگا رہا تھا۔ اب لوگ جریج رحمۃ اللہ علیہ سے معذرتیں کر رہے تھے، معافیاں چاہ رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ جناب والا! ہم آپ کا حجرہ سونے کا بنا دیتے ہیں۔ جناب جریج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سونے کا نہیں چاہیے مٹی ہی کا بنا دو، جیسا تھا بس ویسا ہی بنا دو۔ لہٰذا لوگوں نے مٹی کا حجرہ بنا دیا۔

نوجوانو! سبق یہ ملا کہ جریج رحمۃ اللہ علیہ بے شک بڑا نیک اور عبادت گزار تھا مگر اس نے حیثیت ایک بیٹے کے ماں کا جو حق ادا نہ کیا، اللہ نے اسے اس کی سزا دی اور اسے باور کرایا کہ میں تیری عبادت سے خوش تبھی ہوں گا جب تو حق والوں کے حق بھی ادا کرے گا۔ تجھے نہیں بھولنا چاہیے کہ تو کسی کا بیٹا ہے اور تو جس کا بیٹا ہے وہ تیری ماں ہے، مامتا کا جذبہ میں نے ہی پیدا کیا ہے لہٰذا تو اس جذبے کو کچل کر چاہے کہ میرا محبوب بن جائے تو یہ مشکل ہے۔ تو بے شک میرا پیارا بندہ ہے مگر تیری ماں کی برحق فریاد کو سننا بھی

میرے ذمہ ہے۔

یہ تو جریج رحمۃ اللہ علیہ کی قسمت اچھی تھی کہ ماں کے منہ سے صرف اسی قدر نکلا کہ

''تو بدکار عورت کا جب تک چہرہ نہ دیکھے تجھے موت نہ آئے۔''

اگر وہ یہ کہہ دیتی کہ:

''جب تک تو بدکار عورت کے ساتھ ملوث نہ ہو تجھے موت نہ آئے''۔

تو پھر کیا بنتا۔ جریج رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کہاں جاتی؟ یقیناً مٹی میں مل جاتی۔ لہٰذا ماں بہت بڑی ولیہ ہے، ماں کی خدمت ایسے کرنی چاہیے کہ اس کی دعائیں لی جائیں نا کہ بددعائیں۔[1]

① صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلاۃ (۲۵۵۰).
والبخاری (۲۴۸۲)،

شیر خوار بچے نے بول کر پاک دامنی کا اعلان کر دیا

مؤمن عورت کو مارا پیٹا جا رہا تھا کہ شیر خوار بچے نے بول کر اس کی پاکدامنی کا اعلان کر دیا۔

بخاری اور مسلم میں ہی اللہ کے نبی ﷺ سے ایک اور واقعہ منقول ہے، اس واقعہ کے مطابق بنو اسرائیل کی ایک عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو اپنا دودھ پلا رہی تھی... قریب سے ایک سوار گزرا جو بڑا عزت دار لگ رہا تھا، خوش پوش تھا، خوب ٹھاٹھ باٹھ تھی، یہ عورت اسے دیکھتے ہی اپنے رب سے دعا کرنے لگی: ''اے اللہ! میرے بچے کو بھی اس جیسا بنا دے''۔ بچے نے جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، پستان کو چھوڑا اور گفتگو کرنے لگ گیا۔ وہ اپنے اللہ سے کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اس شخص جیسا نہ بنانا''۔ یہ جملہ کہنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی ماں کا دودھ پینے لگ گیا اسی عورت کے سامنے دوسرا منظر اس طرح بپا ہوا کہ اس کے قریب سے لوگ اپنی ایک لونڈی کو مار پیٹ کر لے جا رہے تھے کہ بچے کی ماں نے جب اسے کسمپرسی کی حالت میں مار کھاتے دیکھا تو کہا: ''اے اللہ! میرے بیٹے کو اس طرح کا نہ بنانا''۔ بچے نے دوبارہ ماں کا دودھ چھوڑا اور کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنانا''۔ ماں نے اپنے شیر خوار بولتے ہوئے بچے سے پوچھا:

''تو ایسا کیوں کہہ رہا ہے؟'' بچے نے اپنی ماں کو بتلایا۔ ''وہ جو سوار شخص تھا وہ ظالموں میں سے ایک ظالم شخص تھا ۔ اور جہاں تک اس لونڈی کا تعلق ہے جسے اس کے مالک مار رہے تھے، وہ اسے کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی اور بدکاری کی حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا''۔

میری بہنو! اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی..... اور یہ کہ بعض اوقات ظاہر میں جو کچھ نظر آتا ہے باطن میں معاملہ بالکل اس سے مختلف ہوتا ہے۔

نوعمر صحابیہ نے ماں باپ سے کہا

نوعمر صحابیہ نے ماں باپ سے کہا:

”کالے جلیبیب کو نہ دیکھو، یہ دیکھو کہ میرا رشتہ مانگ کون رہا ہے؟“۔

اس جوان کا نام جلیبیب رضی اللہ عنہ ہے، رنگ کالا ہے، خاندانی سٹیٹس بھی اعلیٰ نہیں ہے۔ بس یہ متقی نوجوان ہے، شادی کی اسے خواہش ہے۔ یہ اپنا مسئلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھتا ہے، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندہ بھیج دیتے ہیں کہ فلاں انصاری سے کہو جلیبیب رضی اللہ عنہ کو اپنی لخت جگر کا رشتہ دے دو۔

مسند امام احمد ابن حنبل کی صحیح حدیث کے مطابق جب پیغام لانے والا انصاری کے دروازے پر آیا اور پیغام دیا تو انصاری کہنے لگا ٹھیک ہے مگر میں ابھی بچی کی ماں سے مشورہ کر کے آیا۔ جا کر لڑکی کی ماں سے مشورہ کیا تو دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم نے تو فلاں فلاں بڑے بڑے لوگوں کے پیغام کو رد کر دیا اور بھلا اب جلیبیب رضی اللہ عنہ سے نکاح کریں، لہٰذا انصاری خود اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ عذر بیان کرنے ہی والے تھے کہ بیٹی جو پردے کے پیچھے اپنے ماں باپ کی گفتگو سن رہی تھی، وہ فوراً ماں باپ کو مخاطب کر کے بولی آپ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کرتے ہو، جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں تو پھر کیوں انکار کرنا چاہیے؟ اب

دونوں نے دوبارہ باہم مشورہ کیا اور کہا کہ بچی کی بات ٹھیک ہے، درمیان میں اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اس سے انکار کرنا گویا جناب رسول کریم ﷺ کی خواہش کو رد کرنا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ مذکورہ انصاری صحابی سید ھے جناب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ اس رشتہ سے خوش ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میں تو رضامند ہوں''۔ انصاری نے فوراً کہا: ''پھر آپ کے اختیار میں ہے آپ نکاح کر دیجئے''۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نکاح کر دیا: جلیبیب رضی اللہ عنہ کو خوبصورت اور خوب سیرت دلہن مل گئی اور دلہن کو وہ دولہا ملا جس کا انتخاب جناب رسول کریم ﷺ نے کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انصاریوں کی جناب رسول کریم ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اپنی بچیوں کے نکاح جناب رسول کریم ﷺ کی رضا ملنے پر کرتے تھے..... حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا جلیبیب رضی اللہ عنہ کا گھر بڑا آسودہ حال تھا، تمام مدینے میں ان سے بڑھ کر کوئی خرچیلا نہ تھا۔ حضرت ابوبردہ اسلمی رضی اللہ عنہ مزید بتلاتے ہیں کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی طبیعت بڑی خوش مزاج تھی۔

صحیح مسلم اور مسند احمد میں مزید تفصیلات بھی ہیں کہ کفار کے ساتھ جنگ میں حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ نے سات افراد کو قتل کیا، پھر کافروں کے ایک جتھے نے یک مشت ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ جب انہیں تلاش کرتے ہوئے ان کی لاش کے پاس آئے تو فرمایا: ''اس نے سات کو مار کر شہادت پائی، یہ میرا اور میں اس کا ہوں'' آپ ﷺ نے یہ جملہ دو یا تین مرتبہ دہرایا، پھر قبر کھدوائی گئی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارا۔ رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ہی اس شہید کا جنازہ تھا۔ ان کا غسل دیا جانا بھی مذکور نہیں، لہٰذا بغیر غسل کے دفنائے گئے۔

جلیبیب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کے مقام کا کیا کہنا، کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس نیک بخت انصاری لڑکی کے لیے دعا کی تھی: ''اے اللہ! اس پر اپنی رحمتوں کی بارش

برسا اور اسے زندگی کے تمام سکون عطا فرما''۔ لہٰذا تمام انصاری عورتوں میں یہ خاتون سب سے زیادہ خرچ کرنے والی تھیں ..... اس خاتون کی ولایت و کرامت اور عظمت و بزرگی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب انہوں نے پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ جناب رسول کریم ﷺ کی بات مت لوٹاؤ تو اللہ نے قرآن کا یہ مقام نازل فرمایا:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الاحزاب : ٣٦]

''جب اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا''۔

اندھی عورت کی بینائی لوٹ آئی

اندھی عورت کی بینائی لوٹ آئی اور آنکھیں چشم غزال بن گئیں۔

معروف محدث حضرت امام ابن ابی الدنیا اپنی کتاب ''مجابی الدعوۃ'' میں شعیب بن محرز کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عراق کے شہر میں ایک عورت تھی، جو نابینا تھی، پھر اس کی بینائی درست ہوگئی اور وہ دیکھنے لگی۔ مشہور تھا کہ اس کی بینائی رمضان المبارک کی چودھویں رات کو ٹھیک ہوئی۔ چنانچہ میں اس عورت کو دیکھنے موسیٰ کے گھر گیا۔ جناب موسیٰ بصرہ شہر کے محتسب تھے۔ اس عورت نے مجھے کہا آپ تشریف رکھیے! میں آپ کے پاس آتی ہوں، چنانچہ وہ دروازے سے نکلی اور اپنی آنکھوں کو میرے سامنے نمایاں کیا۔ اس کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے ہرن کی آنکھیں ہوتی ہیں، ان میں کوئی نقص نہیں تھا۔ اس پر میں نے فوراً عورت کو مخاطب کیا: اے اللہ کی بندی! تو نے اپنے رب سے کیا دعا کی... کیسے فریاد کی، وہ تو بتلا؟ وہ کہنے لگی میں نے رات کا پہلا حصہ تو اپنی مسجد میں گزارا، وہاں نماز پڑھتی رہی پھر جب سحری کا وقت قریب آیا تو میں اپنے گھر میں اس جگہ نماز پڑھنے لگی جو میں نے نماز کے لیے مخصوص کی تھی۔ وہاں میں نے اپنے رب سے دعا کی:

> ''اے ایوب (علیہ السلام) کی مشکل دور کرنے والے! اے یعقوب (علیہ السلام) کے بڑھاپے پر رحم کرنے والے! اے یعقوب (علیہ السلام) کو اس کا یوسف لوٹانے والے! میری آنکھوں کی بینائی بھی لوٹا دے''۔

اچانک مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی انسان میری آنکھوں میں سرمہ لگا رہا ہے اور پھر میں دیکھنے لگ گئی۔

میری بہنو! مذکورہ واقعہ کی نوعیت سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ نیک بی بی کوئی ادھیڑ عمر خاتون تھی۔ جسم تو اس کا ڈھلنے لگ گیا تھا لیکن آنکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تحلیک کیں تو وہ ایسی خوبصورت ہوگئیں جیسے ہرن کی موٹی خوبصورت آنکھ ہوتی ہے اور یہ اس بی بی کی کرامت تھی۔ جس شخص نے دیکھا ان کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ عالم تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ وہ سچائی میں مشہور تھے یعنی شعیب بن محرز عالم، نیک اور معزز آدمی تھے کہ شہر بصرہ کے محتسب کے گھر میں دیکھنے کا واقعہ پیش آیا۔ یوں شہر میں جو بات معروف ہوئی اس کی معزز لوگوں کے ذریعہ تصدیق ہوئی میری بہنو! قابل غور بات یہ ہے کہ وہ اللہ کی بندی کسی پیر اور دربار پر نہیں گئی اپنی دعا میں کسی کا واسطہ وسیلہ اس نے نہیں ڈالا۔ اس نے قرآن میں پیغمبروں کے واقعات کی روشنی میں اللہ کے حضور دعا کی۔ بی بی موحدہ تھی۔ ایک اللہ پر پختہ ایمان رکھنے والی تھی۔ رات بھر عبادت کرتی رہی اور آخر دل کی گہرائیوں سے رب کے حضور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمالیا اور بصرہ شہر میں اللہ کی بندی جو بصیرت والی تھی وہ بصارت والی بھی بن گئی۔

جنّت کی شہزادیاں

جنت کی طلبگار کے لیے ضروری ہے کہ روزے رکھا کرے، نیم شب کا قیام کیا کرے، عبادت گزار رہے، فرمانبردار رہے، ایمان پر پختہ کار رہے، توبہ کناں ہو، شکر گزار ہو، صبر کا پیکر ہو، اپنے رب کی مطیع ہو، اپنے خاوند کی اطاعت شعار ہو، اپنے فرائض کو ادا کرے، اپنے بچوں کی تربیت کا خیال رکھے، اپنی اولاد کی معلّمہ ہو، اپنی بہنوں کی راہنما و خیر خواہ ہو، اپنی سہیلیوں کی پناہ گاہ ہو، اپنی پڑوسنوں کے حق کی نگہبان ہو، اپنے باپ سے حسن سلوک کرے، اپنی ماں سے رحمت کا رویہ اپنائے، اپنا محاسبہ نفس کرے، اپنے دل کا مراقبہ کرے، اپنے دل کو آسمان سے وابستہ رکھے، اور روح کو جنت سے پیوستہ رکھے۔

جنت کی طالبہ کو چاہیے کہ جب لوگ خوابِ شیریں کے مزے لوٹ رہے ہوں یہ اپنی رات کو بیدار ہو کر نیک بنائے اور دن کے اجالے میں جب لوگ کوتاہی کا ارتکاب کر رہے ہوں یہ اپنی نیکیوں سے اور اجالا کرے۔ جب لوگ دنیا میں بے جا خوش ہو رہے ہوں، یہ فکر آخرت کے غم میں ڈوبی ہو، جب لوگ ہنسی مذاق میں مصروف ہوں، یہ آتش دوزخ کو یاد کر کے آہ و بکا کر رہی ہو، جب لوگوں نے ملی جلی آوازوں سے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہو یہ مصائب حشر پر خاموشی سے سوچ بچار کر رہی ہو۔ لوگ جب شیخی بگھار رہے ہوں یہ خاتونِ جنت پیکر خشوع و فروتنی ہو۔ قیامت کی مشکلات پر گریہ زاری اور غمخواری کرتی رہے، بردبار، کم گو اور خاموش طبع ہو جائے۔

جور و جفا والی نہ ہو، غفلت شعار، شور شرابہ کرنے والی، چیخنے چلانے والی، لوہے کی مانند سخت طبیعت، آتش غضب کا بگھولا، اور فوراً بھڑک اٹھنے والی، فحش گو، خود پسند احسان جتانے والی، اور دل آزار نہ ہو۔